بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل اشاعت کے اکتالیس سال

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

488

ربیع الاول ۱۴۲۷ھ

اپریل 2006

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد للہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7-01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 1120 - 6

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ---- 41
شمارہ نمبر ---- 07
ربیع الاول -- ۱۴۲۷ھ
اپریل -- ۲۰۰۶ء

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز : سانحہ نشتر پارک : عالمی سازشوں کا ایک اور نشانہ۔

ممتاز عالمِ دین مولانا ڈاکٹر محمد امجد تھانویؒ کی المناک جدائی .... راشد الحق سمیع حقانی ۲

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی) ...... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۵

پاکستان میں اسلامی نظام کی جدوجہد .... حضرت مولانا عتیق الرحمان سنبھلی ۱۲

بعض جدید طبی مسائل اور انکا شرعی حکم .... مولانا عبدالمبین عبدالخالق ندوی ۱۷

○ رحم مادر کی تجارت ○ ایڈز کی شرعی حیثیت ○ ٹیوب بے بی ○ لاش کا پوسٹ مارٹم
○ تعدیہ انفکشن ○ کلوننگ ○ ضبط ولادت ○ اعضاء کی پیوندکاری ○ ایکسرے، سونوگرافی، سٹی اسکین

اطاعتِ رسولؐ کے انقلابی اثرات .... حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب ۳۶

حضرت السید اسعد مدنیؒ (شخصیت و خدمات) .... مفتی السید محمد مظہر اسعدی ۴۱

موبائل فونز میں ٹونز کی جگہ مقدس کلمات ریکارڈ کرنا ...... (استفتاء) ...... مولانا مفتی مختار اللہ حقانی ۵۰

مولانا اشرف علی قریشیؒ روشن فکر عالم باعمل .... مولانا عبدالرشید انصاری ۵۶

دارالعلوم کے شب وروز (حضرت مہتمم صاحب کے بیرون اسفار اور شبلی اکیڈمی وندوۃ العلماء کے اہم ذمہ داروں کی آمد) .... شفیق الدین فاروقی ۵۸

افکار و تاثرات (حضرت مولانا عتیق الرحمان سنبھلی) .... ادارہ ۶۰

تبصرہ کتب .... مدیر ۶۲

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز　　بسم اللہ الرحمن الرحیم　　راشد الحق سمیع حقانی

سانحہ نشتر پارک: عالمی سازشوں کا ایک اور نشانہ

مملکت خداداد پاکستان کی موجودہ حالتِ زار دیکھ کر ہر باشعور پاکستانی بلکہ ہر مسلمان آج خون کے آنسو رو رہا ہے۔ آج سیاسی نظام کی ناکامی وابتری ہمارے سامنے داستانِ غم کی صورت میں نالہ ءزن ہے۔ معاشرتی فساد اور قوم کی اخلاقی وفکری انحطاط کی تصویر پریشاں ہمارا منہ چڑا رہی ہے۔ اور عدلیہ سمیت تمام اہم اداروں کی ناکامی اس بات کی غمازی کر رہی ہے کہ ہم اقوام عالم میں ایک ناکام قوم کے طور پر جانے پہچانے جا رہے ہیں۔ اور اسی طرح مذہبی ومسلکی فرقہ واریت اور تقسیم در تقسیم نے بھی ملک وملت کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔ آج پاکستان کا اسلامی تشخص تقریباً ملیامیٹ ہو چکا ہے اور دو قومی نظریہ خود حکمرانوں نے ہی دفن کر دیا ہے۔ ملک میں مذہبی رہنماؤں کا چُن چُن کر ''شکار'' کیا جا رہا ہے۔ مساجد اور امام بارگاہوں میں بموں کے دھماکے اور قتل عام روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔ اسلامی شعائر کا کھلم کھلا مذاق اُڑایا جا رہا ہے۔ اور ایک منظم سازش کے تحت اسلام کا روشن وتاباں منور چہرہ خاک آلودہ کیا جا رہا ہے کہ خلق خدا مذہب سے متنفر اور وحشت کھانے لگے۔ اور مدارس ومساجد کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کو ہر طرح سے کنٹرول کیا جائے۔ ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کا پرانا فارمولا ہر دور میں حکمرانوں نے رعایا پر آزمایا ہے لیکن موجودہ حکمرانوں نے تو اسے اپنے لئے ''حرزِ جاں'' بلکہ ''نسخہ کیمیاء'' سمجھ لیا ہے۔ فوجی حکمرانوں کے اس ستم ایجاد عہد میں جتنا قتل عام علماء اور مذہبی رہنماؤں کا ہوا اسکی نظیر ماضی کے پچاس سالہ دور حکومت میں نہیں ملتی۔ اب تک تو صرف مسلک دیوبند کے علماء اور مشائخ کو بیدردی کیساتھ چن چن کر شہید کیا جا رہا تھا کہ اس طریقے سے ملک کا اکثریتی مسلک اشتعال میں آ کر دیگر مسالک کے خلاف کھلم کھلا اعلان جنگ کر دیگا۔ لیکن الحمدللہ کہ علماء دیوبند نے ہمیشہ تحمل، برداشت اور وسعت ظرفی اور دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے سدا صبر وسکون اور قوت وبرداشت کا عملی مظاہرہ کیا ہے۔ اور انہوں نے داخلی وخارجی تمام سازشوں کو بھانپتے ہوئے انتقام واشتعال سے کام نہیں لیا۔ پھر اس کے بعد ان قوتوں نے اپنی پالیسی تبدیل کرتے ہوئے محرم کے مقدس مہینے میں ہنگو شہر میں شیعہ مسلک کے ایک بڑے جلوس میں ایک بڑی خونی واردات کی اور دیکھتے ہی دیکھتے درجنوں افراد کو خاک وخون میں نہلا دیا گیا۔ اس کا بھی الحمدللہ کوئی شدید ردعمل سامنے نہیں آیا۔ اور شیعہ حضرات نے بھی اس سازش کو بھانپتے ہوئے تحمل سے کام لیا تو سازشی عناصر کو اپنے سارے منصوبے تارِ عنکبوت نظر آنے لگے تو انہوں نے فوری طور پر بریلوی حضرات کی ایک بڑی تنظیم ''سنی تحریک'' کو اپنا اگلا نشانہ بنانے

کا فیصلہ کرلیا اور اس کیلئے ربیع الاول جیسے مبارک اور مقدس مہینے کا انتخاب کیا گیا۔ اور نشتر پارک جہاں پر ہزاروں افراد اپنے حبیب ﷺ کی مدح و تعریف میں منہمک تھے تو ان لوگوں نے بڑے منظم انداز میں ایسی سفاکانہ کارروائی کی کہ سنی تحریک کی ٹاپ کی تمام قیادت اور دیگر درجنوں معصوم شہری پلک جھپکتے ہی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اس خونی حادثہ نے پوری قوم کی کمر توڑ دی اور خصوصاً مذہبی قوتوں کے لئے یہ واقعہ واضح اعلان جنگ ہے۔ اب سازشی عناصر ایک بار پھر مذہبی جماعتوں اور اسلامی و جہادی تحریکات کے خلاف تحقیقات کے نام پر ایک بار پھر برسرِ پیکار ہوگئی ہیں اور پکڑ دھکڑ کا نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ یہ عجیب طرفہ تماشہ ہے کہ نقصان بھی مذہبی جماعتوں کا ہو اور نزلہ بھی انہی پر گرے؟ دراصل عالمی قوتوں کا اس وقت اصل ہدف اور نشانہ مذہب اسلام اور اس سے وابستہ مذہبی افراد ہی ہیں۔ ''انتہا پسندی اور دہشت گردی'' کے خلاف نام ونہاد جنگ میں انہی قوتوں کو عالمی منظر نامے میں فوکس کر کے ان کو پہلے نشانہ ستم بنایا گیا اور اب ان کے خلاف میڈیا میں منفی پروپیگنڈہ بھی کیا جارہا ہے اور انہی کو ان تمام منفی اور ظالمانہ ہتھکنڈوں کا سرخیل بھی ثابت کیا جارہا ہے۔ ع جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ملک میں مذہبی اور مسلکی نفرت کم کرنے اور ممکنہ تصادم کو روکنے کیلئے ملک میں کئی سنجیدہ کوششیں بھی کی گئیں۔ اس سلسلے میں والد صاحب مدظلہ کی قائم کردہ ''ملی یک جہتی کونسل'' نے نمایاں کردار بھی ادا کیا۔ پھر پاک افغان ڈیفنس کونسل نے بھی نفرتوں، عداوتوں کو کم کرنے میں بڑا اہم ادا کیا۔ لیکن پھر مجلس عمل جیسے خالص سیاسی اور ذاتی مفادات حاصل کرنے والے ٹولے نے ایک سازش کے تحت ان دونوں اتحادوں کو ہائی جیک کر کے اس کی اصل روح اور کردار کو ختم کر دیا اور ان سیاسی پنڈتوں نے اپنے اصل اہداف و مقاصد کو پس پشت ڈال کر صرف اور صرف اپنی سیاسی دکان چمکانے کی دن رات کوششیں کیں۔ اور آخر میں یہ چھ جماعتی اتحاد بھی صرف دو جماعتوں تک محدود ہو گیا۔ اسلامی قوتوں کی اس کمزوری اور ناعاقبت اندیشی نے ایک بار پھر ان سازشی عناصر کو مذہبی جماعتوں کے خلاف پھر منظم کر دیا ہے۔ اب معصوم علماء کی گردنیں ہیں اور ظالموں کے دستِ جفا کار۔ کسی کو کچھ سمجھ نہیں آرہی، نہ کوئی خانۂ خدا میں محفوظ ہے تو نہ کوئی اپنے گھروں میں۔ تمام راستے اور سب گزرگاہیں اور ساری پگڈنڈیاں قتل گاہوں سے گزر رہی ہیں۔ نا کسی کی جان محفوظ ہے اس ملک میں اور نا کسی کی عزت و آبرو۔ جب حکمران ہی قاتل ہو جائیں۔ اور عدالتیں قتل گاہوں کا روپ دھار لیں اور کچھ مذہبی وسیاسی رہنما بیوپاری بن جائیں تو ایسے میں ملک وملت کی ایسی ہی دُرگت بنتی ہے جو آج ہمارے سامنے ہے۔ آج قوم کے سامنے وادئ تیہ کا منظر ہے اور فراعین وقت کی مظالم ہیں۔ دشتِ کربلا ہے اور یزیدی لشکر کی بربریت ہے۔ فتنہ تاتار کی یلغار ہے اور پاکستانی قوم کی بے حسی و مظلومی ہے۔ دور دور تک قافلہ صبح کے کوئی آثار نہیں۔ کہیں سے بھی امن کا سورج طلوع ہوتا دکھائی نہیں دے رہا۔ صرف ظلمتِ شب ہے اور اس میں مظلوم اور بے بس انسانوں کی آہ وفغاں ہے۔ ایسے عالم میں قلم لرزاں ہے اور فکر پریشان۔ ع قلم ایں جا رسید و سر بشکست

ممتاز عالمِ دین مولانا ڈاکٹر محمد امجد تھانویؒ کی المناک جدائی

قحط الرجال کا عہد دن بدن اپنے آپ کو ظاہر کر رہا ہے۔ ہر روز آسمانِ علم وادب کا کوئی نہ کوئی ستارہ بحرِ فناء کی نذر ہو رہا ہے۔ فن وتحقیق کے روشن چراغ ایک ایک کر کے بجھ رہے ہیں۔ اور ظلمتِ شب کی سیاہی ہر لمحہ بڑھ رہی ہے۔ کچھ سالوں سے تو بادِ فناء نے پاکستان کے علم وادب کے گلستان کا ایسا رُخ کیا ہے کہ اس مہکتے گلستان کو قبرستان میں تبدیل کر دیا ہے۔ ابھی حضرت مولانا عبدالرشید ارشدؒ کا غم علمی وادبی حلقوں میں تازہ تھا کہ ۲۲ ؍ مارچ ۲۰۰۶ء کو کراچی کے نامور محقق، ممتاز عالم دین جناب ڈاکٹر محمد امجد تھانویؒ بھی علمی ومذہبی حلقوں کو مزید سوگوار کر کے دارِ عاقبت کو روانہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دیکھو جسے ہے راہِ فنا کی طرف رواں
تیرے محل سرا کا یہی راستہ ہے کیا؟

مولانا مرحوم متعدد خوبیوں اور صفات کے متصف انسان تھے۔ آپ نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم میں بھی کمال پیدا کیا۔ اور عمر بھر آپ نے علم تحقیق اور صحافت کی سخت وادیوں میں صحرانوردی کی ملک کے بڑے اخبارات میں آپ مسلسل لکھتے رہے۔ اس کے علاوہ ماہنامہ ''الحق'' اور دیگر دینی جرائد میں بھی آپ کے مؤقر مضامین قارئین کے دل گرماتے رہے۔ آپ بڑی فکر وسوچ کے مالک تھے۔ اور ایک زرخیز دل ودماغ قدرت نے آپ کو عطا کیا تھا۔ مرحوم کا تعلق برصغیر کی بہت بڑی شخصیت حکیم الامۃ حضرت مولانا تھانویؒ سے رشتہ قرابت کے ساتھ ساتھ پاکستان کے علمی خانوادے سے ہے۔ آپ حضرت مولانا محمد احمد صاحب تھانویؒ بانئ جامعہ اشرفیہ سکھر کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ اور ملک کے نامور دینی دانشور اور بڑی قدآور سیاسی شخصیت حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی صاحب مدظلہ کے بھائی تھے۔ جن کا والد صاحب مدظلہ کے ساتھ نہ صرف دیرینہ اور گہرا رشتہ اخوت وصداقت ہے بلکہ ان کی سیاسی جدوجہد اور جماعتی پلیٹ فارم پر بھی شانہ بشانہ معیت ہے اور جمعیت علماء اسلام کے صوبہ سندھ کی صدارت کا بوجھ بھی مدتِ مدید سے اٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنے اسلاف اور بزرگوں کے نام وعزت میں نمایاں اضافہ کیا۔ اور ان کی شاندار روایات کو مزید اپنے علمی، ادبی، تحقیقی کارناموں سے جلا بخشی۔ افسوس آپ ایسی عمر میں وفات پا گئے جو ابھی کام کرنے کی عمر تھی۔ لیکن مشیت ایزدی کے سامنے عقل وخرد کی کیا حیثیت ہے؟ بہر حال ہم اس عظیم سانحے میں حضرت مولانا اسعد تھانوی مدظلہ اور ان کے دیگر پسماندگان واحباب سے دلی تعزیت کرتے ہیں۔ اور قارئین الحق سے حضرت مولانا محمد امجد تھانویؒ کے بارے میں دعائے مغفرت کی اپیل کرتے ہیں۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ما جاء فی قول المعروف
بھلائی کی بات کرنے کا بیان

حدثنا علی بن جعفر ثنا علی بن مسهر عن عبدالرحمن بن إسحاق عن النعمان بن سعد عن علی قال: قال رسول الله ﷺ. إن فی الجنة غرفاً تری ظهورها من بطونها وبطونها من ظهورها: فقام أعرابی فقال: لمن هی یارسول الله؟ فقال لمن أطاب الکلام وأطعم الطعام وأدام الصیام وصلی باللیل والناس نیام.... هذا حدیث غریب لانعرفه إلامن حدیث عبدالرحمن بن إسحاق۔

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں کچھ بالا خانے ایسے ہیں کہ ان کے باہر کو اندر سے اور اندر سے باہر کو دیکھا جاسکتا ہے۔ تو ایک اعرابی نے اٹھ کر کہا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ یہ بالا خانے کس کے لئے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (یہ اس کے لئے ہیں) جس نے اچھی بات کہی، اور کھانا کھلایا، اور ہمیشہ روزہ رکھا، اور رات کو نماز پڑھی جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔...... یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے حدیث عبدالرحمٰن بن اسحاق کے علاوہ کسی اور طریق سے نہیں پہچانتے۔

جنت کے شفاف محلات کس کے لئے ہیں؟

اس باب میں بعض نیکی کے کام کرنے والوں کا اخروی اجر وصلہ بیان ہوا ہے کہ جنت میں کچھ ایسے بالا خانے ہیں جن کے اندر کو باہر کی طرف سے اور باہر کو اندر کی طرف سے دیکھا جاسکتا ہے اور یہ بالا خانے ان لوگوں کو ملیں گے جو اچھی اور نرم بات کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور روزے زیادہ رکھتے ہیں اور رات کو نماز پڑھتے ہیں جبکہ عام لوگ سوجاتے ہیں۔

ترى ظهورها من بطونها الخ:

یعنی یہ بالا خانے ایسے شفاف ہوں گے کہ ان کے درو دیوار سے آگے کی چیزیں نہیں چھپ جائیں گی جیسا کہ آج کل اس کے کچھ نظائر دنیا میں بھی موجود ہیں۔ بعض محلات کے کمروں میں چاروں طرف ایسے صاف اور شفاف شیشے لگے ہوتے ہیں کہ ان کے اندر کو باہر سے اور باہر کو اندر سے آسانی کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے' تو جنت کے محلات اس سے زیادہ شفاف اور خوبصورت ہوں گے۔ کیونکہ وہ خوبصورتی میں تو سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ہوں گے اور شفافیت میں شیشے کی طرح ہوں گے' جیسا کہ جنت کے برتنوں کی صفت کو قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

كانت قواريرا ° قواريرا ° من فضة (الاية) یعنی وہ شیشے کے ہوں گے۔ ایسا شیشہ جو کہ چاندی کا ہو' یعنی خوبصورتی اور چمک دمک اس میں چاندی کی ہو گی' اور اس کے باوجود شیشے کی طرح شفاف بھی ہوں گے۔

لمن أطاب الكلام:

یہ بالا خانے اس کے لئے ہوں گے جو نیکی اور بھلائی کی بات کرتا ہو یعنی جو اچھے اخلاق رکھتا ہو' خوش کلام ہو اور ہر کسی سے نرم' میٹھی اور وعظ و نصیحت کی بات کرتا ہو' تند خو اور بدزبان نہ ہو' فحش گوئی اور بے ہودہ گوئی سے اجتناب کرتا ہو۔

و أطعم الطعام:

اور جو کھانا کھلاتا ہو' یہ عام ہے۔ اپنے اہل و عیال کو فراخدلی سے اور ثواب کے ارادے سے کھانا کھلانا' فقراء و مساکین کو کھلانا اور دوستوں' مہمانوں کو کھلانا سب اس میں داخل ہے۔ لوگوں کو کھانا کھلانا مسلمان کی ایک بہترین صفت ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ويطعمون الطعام على حبه مسكيناً و يتيماً و اسيراً O(الاية)

و أدام الصيام:

اور ہمیشہ روزہ رکھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے روزے رکھنے کی عادت بنالی ہو۔ اور فرض روزے کو ہمیشہ کے لئے رکھا ہو اور فرض کے بعد نفلی روزے بھی کثرت سے رکھتا ہو اور بعض محدثین کے نزدیک اس کا کم سے کم اندازہ یہ ہے کہ ہر مہینہ میں تین روزے ضرور رکھے' چنانچہ احادیث میں ہر مہینہ میں تین روزے رکھنے کو صوم الدھر (دائمی روزہ) کہا گیا ہے۔ یہ معنی اس لئے اختیار کیا گیا کہ حقیقتاً دوام کے ساتھ روزے رکھنے کو بعض روایات میں ممنوع قرار دیا ہے۔ نیز حقیقتاً دوام میں تو ایام منہیہ بھی داخل ہیں حالانکہ اس میں روزہ رکھنا بالاتفاق ممنوع ہے۔

و صلى بالليل و الناس نيام:

اور جو رات کو نماز پڑھتا ہو حالانکہ عام لوگ سو رہے ہوں اس کو جنت کے شفاف محلات ملیں گے' کیونکہ یہ

ایسی عبادت ہے کہ اس میں ریا ونمود نہیں ہوتی۔ تنہائی اور رات کی تاریکی میں جبکہ عام لوگ سورہے ہیں اٹھ کر نماز پڑھنا خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہوتا ہے۔ اور اس میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں رات کی خاموشی اور اندھیرا خواب اور آرام کے لئے زیادہ مناسب ہے اس حالت میں خواب کو چھوڑ کر نرم بستر سے اٹھ کر نماز پڑھنے میں مشقت اور تکلیف بھی زیادہ برداشت کرنی پڑھتی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے یقیناً ایسے شفاف محلات کا عطا ہونا ہی مناسب ہے جن میں روشنی ہی روشنی ہو اور آرام وسکون کے اسباب مہیا ہوں' کیونکہ انہوں نے اپنے آرام کو قربان کر کے رات کے اندھیرے میں اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجاتیں کیں۔ فإن الجزاء من جنس العمل۔

باب ما جاء فی فضل المملوک الصالح

نیک کردار غلام کی بہتری کا بیان

حدثنا ابن أبی عمر' ثنا سفیان عن الأعمش عن أبی صالح عن أبی هریرة أن رسول الله ﷺ قال: نعم مالأحدهم أن یطیع الله ویؤدی حق سیده" یعنی المملوک۔ وقال کعب صدق الله ورسوله ...... وفی الباب عن أبی موسی وابن عمر...... هذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا: بہتر چیز (یعنی بہتر غلام) کسی آدمی کا وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہو۔ اور اپنے آقا کا حق بھی ادا کرتا ہو۔ اور حضرت کعب الاحبارؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے سچ ہی فرمایا ہے۔ اور اس باب میں حضرت ابوموسیٰ اور ابن عمرؓ سے بھی روایت ہوئی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح وتشریح:

گزشتہ ابواب میں مالک کے لئے آداب کا ذکر ہو چکا ہے' کہ کسی کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے غلام' نوکر وخادم دیئے ہوں تو اس کے لئے اپنے مملوک غلاموں کے ساتھ حسن سلوک اور نرمی کا معاملہ کرنا چاہیے' اس باب میں غلام اور اسی طرح نوکر اور خادم کے لئے آداب مذکور ہیں کہ غلام اور خادم کو چاہیے کہ پہلے اپنے خالق اور حقیقی مالک کے احکامات کو بجالائے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے آقا اور مجازی مالک کی خدمت کا حق بھی ادا کرے۔ تو یہ بہترین غلام اور خادم ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو غلام اپنے رب کی اطاعت وعبادت بھی اچھے طریقے سے بجالائے اور اپنے آقا

اور مالک کی خدمت کا حق بھی ادا کرے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے' اور اس باب کی دوسری حدیث میں بھی ایسے غلام کے لئے یہ اجر وثواب مذکور ہے کہ وہ قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر ہوگا۔

خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں:

پس غلام خادم اور نوکر کے لئے ضروری ہے کہ دونوں قسم کے حقوق کا لحاظ رکھے' ایسا نہ ہو کہ آقا اپنے غلام کو یا افسر اپنے نوکر اور خادم کو یہ کہے کہ نماز مت پڑھو اور بس میری خدمت کرو اور میرا کام بجالاؤ تو غلام' نوکر اور خادم بھی اس کے حکم کو اپنے لئے سند جواز قرار دے کر یہ سمجھے کہ بس میرے لئے نماز معاف ہے۔

اپنے وقت پر نماز پڑھنا' یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے' اپنے بندوں کو' پس کسی بھی مخلوق کے کہنے پر نماز کو ترک کرنا جائز نہیں ہوسکتا۔ حدیث پاک میں ہے کہ لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق (الحدیث) یعنی خالق کی نافرمانی میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں' خواہ وہ مخلوق' حکمران اور امیر ہو یا ماں باپ۔ خواہ پیر ہو یا استاذ۔ خواہ آقا ہو یا افسر' البتہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت کے علاوہ ہر حکم میں اولوالامر کی اطاعت واجب اور لازم ہے' اسی طرح ماں باپ' اساتذہ وشیوخ اور بڑوں کی فرمانبرداری کی دین اسلام تعلیم دیتا ہے' اور بڑوں کے احترام وفرمانبرداری کو مسلمان کا اخلاقی ودینی فریضہ قرار دیتا ہے' شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی فرمانبرداری نہ ہو۔

قال کعب صدق الله ورسوله:

حضرت کعب الاحبارؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے' اس جملہ میں لفظ ''اللہ'' اس لئے ذکر کیا گیا' ہے کہ صحابہ کرام اور تابعینؒ کا یہ پختہ یقین تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ اپنی طرف سے نہیں فرماتے بلکہ تشریع سے متعلق ان کے تمام فرمودات وحی ہوتے ہیں۔ اگرچہ ظاہر میں تو یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے' اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں لیکن

گفتہء　او　گفتہء　اللہ　بود
گرچہ　از　حلقوم　عبداللہ　بود

یا اللہ تعالیٰ کا نام تبرکاً ذکر کیا' اصل مقصود یہ ذکر کرنا تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سچ ہی فرمایا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "صدق الله ورسوله" اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا'' اس سے صرف اس حدیث میں ذکر شدہ مضمون مراد نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں مذکورہ مضمون کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے تمام فرمودات اور رسول اللہ ﷺ کے تمام ارشادات مراد ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو کچھ بھی فرمایا ہے' سچ فرمایا ہے' اس اعتبار سے کچھ اشکال وارد نہیں ہوتا ہے۔ اور یہی ظاہر ہے کہ مراد عام ہے' لیکن چونکہ اس خاص موقع پر کعب الاحبارؒ نے یہ ارشاد فرمایا جس سے اس حدیث میں مذکورہ مضمون ''نیک کردار غلام کی اہمیت'' کی طرف اشارہ ہے۔

نیک کردار غلام اور خادم کی اہمیت اور مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشی:

حضرت کعب الاحبارؓ نے صدق اللہ ورسولہ کہہ کر جناب رسول اللہ ﷺ کا نیک غلام رکھنے کی جوترغیب دی ہے اس کی اہمیت کو واضح کر دیا' کیونکہ ان کے زمانے میں کافر اور بدکردار غلاموں کی وجہ سے بہت ہی فسادات ظاہر ہوتے تھے' مثلاً حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا ایک نصرانی غلام مدینہ منورہ میں رہتا تھا اس کا نام فیروز تھا اور کنیت ابولؤ لؤ تھی' اس بدبخت نے امیر المومنین خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ پر صبح کی نماز پڑھانے کے دوران خنجر سے کئی وار کر کے زخمی کر دیا' جس کے نتیجے میں کچھ دن بعد آپ شہید ہو گئے۔ ایک سیاہ بخت نصرانی غلام کے ہاتھوں امت مسلمہ حضرت عمرؓ جیسے خلیفہ وامیر سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اور پوری امت کو بڑا صدمہ پہنچا۔ اور امت مسلمہ کا اتنا بڑا نقصان ہوا کہ وہ قیامت تک اس کی تلافی نہ کر سکے گی۔

لہٰذا غلام اور خادم بھی ایسے شخص کو بنانا چاہیے جو مسلمان ہو' نیک کردار اور بااعتماد ہو۔ جب غلام' خادم اور نوکر کافر' بدکردار اور بداخلاق ہو تو ان کیوجہ سے معاشرہ میں بدامنی بے اعتدالی اور فسادات پیدا ہوتے ہیں۔ اِس زمانے میں بھی عالم اسلام میں نئی نسل اپنے مذہب اور عقیدے سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان میں خادم نوکر اور کام کرنے والے لوگ غیر مذاہب کے ہوتے ہیں۔ ذہنی غلامی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ انجینئر کو اگر امریکا یورپ اور روس سے نہ لایا جائے تو ان کے کام پر اعتماد نہیں کرتے' اسی طرح ہر فن سے متعلق غیر ملکی اور غیر مذہب ماہرین پر اعتماد کیا جاتا ہے' حالانکہ مسلمانوں میں ہر قسم کے صلاحیتوں والے قابل ترین لوگ موجود ہیں لیکن ان کی حوصلہ افزائی نہیں ہو رہی' بلکہ حوصلہ شکنی ہو رہی ہے۔ اور یہی حوصلہ شکنی پھر ان کے عملی میدان میں پیچھے رہنے کا سبب بن جاتی ہے۔

اپنی غفلت کی یہی حالت اگر قائم رہی
لائیں گے غسال کابل سے کفن جاپان سے

مالدار عرب ممالک میں غیر مسلم ملازمین کی وبا اور نقصانات:

اکثر عرب اور جو مسلمان ممالک مالدار ہیں ان کا یہی رویہ ہے کہ نوکرار و خادم غیر مذاہب کے لوگوں کو رکھتے ہیں' یہودی' عیسائی' ہندو اور بدھ مذہب والوں کو رکھتے ہیں' اور اکثر سرکاری عہدوں پر بھی ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ مسلمانوں کے اقتصادیات پر قابض ہو گئے ہیں' نیز گھروں میں ایسی عورتوں کو نوکرانی رکھتے ہیں جو کہ فلپائن' تھائی لینڈ' سری لنکا' وغیرہ سے آئی ہوئی ہیں۔ بچوں کی پرورش بھی ایسی عورتیں کرتی ہیں' ایسے بچوں میں اسلامی سوچ اور اسلامی تہذیب کیسے آئے گی؟ جبکہ وہ ایسی عورتوں کی گود میں پرورش پالیتے ہیں جنکا عقیدہ' اخلاق اور عمل خراب ہیں' وہ صرف اس پر خوش ہوتے کہ ہم نے تھوڑی سی تنخواہ پر نوکرانی رکھی ہے۔ اور معمولی تنخواہ پر گھر کا چوکیدار' باغ

کا مالی' گاڑی کا ڈرائیور مل گیا ہے' وہ یہ نہیں سوچتے کہ ان بد مذہب اور بد اخلاق لوگوں کا میرے گھر والوں' بیوی بچوں کے اخلاقیات پر' اور آس پاس کے ماحول کے لوگوں پر کیا اثر پڑے گا۔ اس ناعاقبت اندیشی کیوجہ سے ان کے معاشرے میں اسلامی تہذیب ختم ہو رہی ہے اور بداخلاقی و فحاشی روز افزوں ترقی پذیر ہے۔ زنا اور فحاشی کے مراکز قائم ہو گئے' حاصل یہ کہ ملازم و خادم اور نوکر رکھنے کے لئے ضرورت پیدا ہو رہی ہے' کیونکہ نہ سارے لوگ آقا اور مالک و مخدوم ہوتے ہیں' نہ سب غلام' مملوک اور خادم' بعض مالک ہوں گے' بعض مملوک ہونگے۔ بعض مخدوم ہوں گے بعض خادم۔ پس ان کے درمیان بے اعتدالی اور بے راہ روی ہونا نقصان دہ ہیں۔ ان کی اصلاح کی ضرورت ہے' اس وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے امت کی خیر خواہی کا حق ادا فرمایا' اور اچھے ملازم اور خادم رکھنے کی تعلیم دے کر آداب معاشرت کے ایک اہم پہلو کو واضح کر دیا' اور اس کی اہمیت کے پیش نظر حضرت کعب الاحبارؒ نے فرمایا' صدق اللہ ورسولہ'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ اگر ہم نے اسے ملحوظ رکھا ہوتا تو حضرت عمرؓ کے قتل کا المیہ پیش نہ آتا۔

حدثنا ابو کریب ثنا وکیع عن سفیان عن أبی الیقظان عن زاذان عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ ﷺ: ثلاثة علی کثبان المسک اراہ' قال یوم القیمة' عبد ادی حق اللہ وحق موالیہ ورجل ام قوما وھم بہ راضون ورجل ینادی بالصلوات الخمس کل یوم ولیلة .... ھذا حدیث حسن غریب لانعرفہ الامن حدیث سفیان ...... وأبو الیقظان اسمہ عثمان بن قیس۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تین (قسم کے) آدمی مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے۔ (زاذان کہتے ہیں کہ) میرا گمان ہے کہ (ابن عمرؓ نے) فرمایا' قیامت کے دن۔ (پس اس گمان کی صحت کی بناء پر معنی یہ ہوگا کہ تین قسم کے آدمی قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر ہونگے) ایک وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے آقاؤں کا بھی' دوسرا وہ آدمی جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کی امامت پر راضی ہوں' تیسرا وہ آدمی جو دن رات میں پانچوں نمازوں کیلئے (اللہ تعالیٰ کی رضاء کی خاطر) اذان دیتا ہو' یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے حدیث سفیان کے علاوہ کسی اور طریق سے نہیں پہچانتے۔ ...... اور ابو الیقظان جو ہے ان کا نام عثمان بن قیس ہے۔

<u>توضیح وتشریح:</u>

<u>علی کثبان المسک:</u> کثبان کثیب کی جمع ہے۔ کثیب' ریت کی لمبی اور خمدار ٹیلے کو کہا جاتا ہے۔

<u>موالی:</u> مولیٰ کی جمع ہے' مولیٰ آقا اور مالک کو بھی کہا جاتا ہے' نیز مملوک غلام اور آزاد کردہ غلام کو بھی کہا جاتا ہے' حدیث میں مولیٰ اعلیٰ اور مولیٰ اسفل دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ لیکن دوسری روایات سے مطابقت کی بناء پر ظاہراً یہ معلوم

ہوتا ہے کہ یہاں مولیٰ اعلیٰ مراد ہے کہ جو غلام اپنے آقاؤں کا حق اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے کے بعد ادا کرے ہوتو وہ مشک کے ٹیلوں پر ہوگا۔

تین قسم کے لوگ قیامت کے دن مشک کی ٹیلوں پر ہوں گے۔

اس حدیث میں تین قسم کے لوگوں کے لئے قیامت کے دن بڑے اعزاز کی خوشخبری سنائی گئی ہے کہ قیامت کے دن جو بڑی سختیوں اور ہولناکیوں کا دن ہے۔ اسی دن یہ لوگ مشک کے ٹیلوں پر سیر وتفریح کرتے ہوئے خوشی سے رہیں گے۔ ان میں سے ایک وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت کا حق بھی ادا کرے اور اپنے آقا کی خدمت کا حق بھی۔ دوسرے وہ عالمِ قرآن ہے جو کہ کسی قوم کی امامت کرے اور ایسے حسن وخوبی کے ساتھ کرے کہ وہ قوم اس کی امامت پر راضی ہو۔

امام مسجد کے لئے جائز حدود کے اندر اپنی قوم کی مرضی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محلہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ جائز حدود کے اندر اپنی قوم کے جذبات واحساسات کا خیال رکھے۔ اور بلاضرورت قوم کو کسی تکلیف اور پریشانی میں مبتلا نہ کرے۔ نماز اس طرح پڑھے کہ نماز کے فرائض واجبات وآداب کا بھی لحاظ رکھے' اور بہت طویل ہونے کی وجہ سے قوم کے ضعیف اور کمزور افراد کو تکلیف بھی نہ ہو۔ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ امام کے لئے نماز کو طویل کرنا کہ قوم کو تکلیف ہو یا قوم کی عجلت کی وجہ سے نماز کو بہت مختصر کرنا دونوں مکروہ ہیں۔ بعض لوگ موروثی طور پر مسجد پر قابض ہوتے ہیں۔ اور اہلیت نہ ہونے کے باوجود زبردستی سے مسجد کی امامت کو صرف اس وجہ سے اپنا حق سمجھتے ہیں کہ میرے باپ دادا اس میں امامت کرتے چلے آئے ہیں' بے علمی اور بدعملی کی وجہ سے نااہل ہونے کے باوجود ایسا کرنا بہت بڑا ظلم' یا تو اپنے آپ میں اہلیت پیدا کر کے محبت کے ساتھ لوگوں کو متفق کر کے جماعتی نظام کو درست رکھے' ورنہ امامت کو چھوڑ دے' تاکہ کوئی دوسرا اہل شخص اس دینی فریضہ کو انجام دے' بصورت دیگر ویرانئ مسجد اور جماعتی نظام کے خراب ہونے کا سارا وبال اس کے سر ہوگا۔ جس طرح اچھے طریقے سے امامت کرنا بڑا ثواب کا کام ہے اسی طرح اس منصب کے حقوق کو پامال کرنا بہت بڑا جرم بھی ہے۔

تیسرا وہ آدمی جو پنج وقتہ نماز کے لئے مسجد میں اذان دیتا ہو یہ بہت بڑا اجر وثواب کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلانے کی آواز سب سے اچھی آواز ہے۔ ایک حدیث میں یہ مضمون ذکر ہوا ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ اذان دینے میں کتنا اجر وثواب ہے اور پھر وہ اسے بغیر قرعہ اندازی کے حاصل نہ کر سکتے ہوں تو وہ اس کے لئے قرعہ اندازی بھی کریں گے۔

حضرت مولانا عتیق الرحمن سنبھلی (لندن)

پاکستان میں اسلامی نظام کی جدوجہد

اور اس سے وابستہ اصولی اور اخلاقی تصوّرات

مولانا مدظلہ نے ایک نہایت فکر انگیز تجزیہ بالخصوص ہمارے ملک کے دینی اتحاد ایم ایم اے کا گہرا اور حقیقت پر مبنی جائزہ لیا ہے۔ جو دینی قوتوں کو دعوت وفکر دیتا ہے۔...................(مدیر)

پاکستان کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ یہ بنا اسلام کے نام پہ۔ پر پہلے دن سے وہاں اسلامی نظامِ حکومت کے لئے اس انداز کی جدوجہد چل رہی ہے جیسے حکمرانوں کے لئے یہ نظام ایک نا قابلِ قبول چیز ہو! ابتدائی دنوں کی سخت جدو جہد کے بعد اتنی کامیابی اس سلسلہ میں ملی کہ دستور ساز اسمبلی نے ''قراردادِ مقاصد'' نام کی ایک قرارداد پاس کردی۔ یہ گویا ملک کے لئے اسلامی دستور کا سنگِ بنیاد ہوا۔ مگر پھر دستور بننے میں وہ لوہے لگے کہ کہیں ۱۹۷۳ء میں جا کے یہ ہو سکا۔ یعنی پاکستان کے قیام پر ایک چوتھائی صدی گزرنے کے بعد۔ یہ دستور بہر حال ایسا بن گیا کہ جو طبقہ اسلامی نظامِ حکومت کی جدوجہد کر رہا تھا اس نے بھی ضرورت کی حد تک اسے قابلِ قبول مان لیا۔ لیکن جتنی بھی حکومتیں اس دستور کے ماتحت بنیں ان میں سے کسی کا بھی طرزِ حکومت اس طبقہ کے لئے اطمینان بخش نہیں رہا۔ اسلامی نظام (یا نظامِ مصطفٰے) کے نام پر آویزش کا ایک سلسلہ حکومتِ وقت کے ساتھ آج مزید ایک چوتھائی صدی گزر جانے پر بھی برابر قائم ہے۔ اور اس آویزش میں وہ نئے نئے طریقے برتنے کا تجربہ یہ اسلام پسند طبقہ کرتا نظر آرہا ہے کہ اس کے مقصد سے ہمدردی کے ساتھ یہ طریقے کسی طرح اس کے مقصد سے ہم آہنگ نہیں دکھائی دیتے۔ نظر ایسا آنے لگا ہے جیسے، کم از کم فی الحال، یہ لوگ اسلامی حکومت کے بارے میں اپنے اصل نظریہ کی کامیابی سے مایوس ہو چکے، اب مسئلہ کسی نہ کسی طرح بس برسرِ حکومت آجانے کا ہے۔ پس وقت ہے کہ اس اسلام پسند طبقہ کو معاملہ کے اس پہلو پر توجہ دلائی جائے۔

نیت نیک ہو سکتی ہے، اُس سے بحث نہیں۔ مگر ذرا غور کرنے کی بات ہے، جنرل مشرف نے نواز شریف کا تخت اُلٹا تو اس پورے اسلام پسند طبقہ کو اس پر نہایت خوش ہوتے دیکھا گیا۔ وقت بدل گیا اور جنرل مشرف سے بات بننے کے بعد بگڑ گئی اور بظاہر وہاں پہنچ گئی کہ اب پھر بننے والی نہیں، تو اس طبقہ کے نمائندے لندن میں انھیں نواز شریف صاحب سے یکجہتی کا اظہار کرنے پہنچ رہے ہیں۔ (معلوم ہے کہ شریف برادران آجکل لندن میں ان ارادوں کے اظہار کے ساتھ فروکش ہیں کہ وہ اب پاکستانی سیاست میں حصہ لینے کے لئے واپس آرہے ہیں۔) نواز شریف کا تخت اُلٹ جانے پر خوشی کا سب سے اہم باعث، یا حوالہ، ان کی وہ مخالفِ اُسامہ وطالبان پالیسی تھی جو کارگل قصہ کے سلسلہ میں

واشنگٹن سے واپسی پر بالکل ایک یو(U) ٹرن کے انداز میں موصوف نے اپنائی۔ اور پھر یہی پالیسی جب جنرل مشرف نے امریکہ کی معاونت میں ۲۰۰۱ء میں اپنائی تو اس طبقہ کے سب عناصر نے مل کر آنے والے الیکشن کے لئے ایک مشرف مخالف محاذ ''متحدہ مجلسِ عمل'' کے نام سے بنایا اور اسی (امریکہ دوست اُسامہ دشمن) پالیسی کے حوالہ سے ۲۰۰۲ء میں جنرل مشرف کی مسلم لیگ کے خلاف الیکشن لڑ کر کامیابی کا وہ درجہ حاصل کیا کہ دوسروں کو تو اس کا اندیشہ کیا خود کو بھی اتنی امید نہ رہی ہوگی۔ پیپلز پارٹی تک پیچھے رہ گئی۔ لیکن اس کامیابی کے فوراً بعد کیا دیکھنے میں آیا؟ یہ کہ یہ کوشش شروع ہوئی کہ امریکہ اور مغربی ممالک اِن لوگوں کو اسامہ اور طالبان کی نظر سے نہ دیکھیں۔ محاذ کی قیادت نے جماعتِ اسلامی کے مرکز منصورہ میں ان ممالک کے سفراء کو اس مقصد کے لئے مدعو کیا۔ اس اجتماعِ سفراء کی جو رپورٹ اخبارات میں آئی وہ سوائے اس کے کوئی دوسرا تاثر اس کے مقصد کے بارے میں نہیں دیتی تھی۔ تو کیا یہ ابن الوقتانہ (ان الفاظ کے لئے معذرت) طور طریقے ذرا ایک بھی بے نظیر اور نواز شریف جیسے خالص سیاسی لوگوں کے طور طریقوں سے مختلف ہیں؟ اور کیا ان خالص سیاسی لوگوں کے مقاصد کی راہ اور کاروانِ نظامِ مصطفےٰ کے مقصد کی راہ ایک بھی ہو سکتی ہے؟ اور اسی ایک راہ سے منزلیں دونوں کو الگ الگ بھی مل سکتی ہیں؟

اچھا تو پاکستان جو اسلام کے نام پر بنا اس میں ''اسلام کی حکومت'' قائم نہ ہو سکنے کا آخر وہ مسئلہ کیا ہے کہ اس حکومت کے علمبردار اپنی جدو جہد میں ہر ڈھنگ آزماتے آزماتے وہاں نکل گئے ہیں جہاں اس قافلہ کے ایک سالار کو غالب کا یہ شعر حسبِ حال نظر آنے لگ گیا تھا:

ہاں اہلِ طلب کون سنے طعنۂ نایافت　　　دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے

اللہ جانے کیوں لوگوں کی نظر نہیں جاتی، یا جان کر انجان بنا جا رہا ہے۔ بات تو بالکل سامنے کی ہے! اسلام کے نام پہ بے شک یہ ملک بنا تھا۔ مگر کونسا اسلام؟ مولانا محمد قاسم نانوتوی والا؟ مولانا مودودی والا؟ یا سر سید اور مسٹر محمد علی جناح والا اسلام؟ اگر یہ پہلے دو میں سے کسی کا ''اسلام'' ہوتا تو حضرت مولانا حسین احمد مدنی یہ نہ کہہ رہے ہوتے کہ پاکستان کا رقبہ تو بہت چیز ہے ہمیں اگر اسکے کسی ایک شہر اور کوچہ کے بارے میں بھی یقین ہو کہ لیگی قیادت وہاں اسلام قائم کر یگی تو ہم خیمہ بردار ہو کے چلیں اور نہ مولانا مودودی اپنے ان لوگوں سے جو پٹھانکوٹ میں اُنھیں سمجھانا چاہ رہے تھے کہ پاکستان بننے سے تو ہمارا کام بڑا آسان ہو جائیگا پس ہم اسکی تائید کریں یہ فرماتے کہ تم نبو کے درخت سے آم کھانے کی توقع کرتے ہو! وہاں اسلام کی بات کرنے والوں کو پھانسیاں ملیں گی (اور مولانا تو واقعی پھانسی سے بس بال بال بچے)

پاکستان بنوانے والی اصل طاقتیں دو تھیں۔ ایک قائدِ اعظم مسٹر جناح کی ذات، دوسرے علیگڈھ۔ دوسرے الفاظ میں کلیدی رول ان کا تھا باقی بس حمایت یا زینت۔ اور یہ ان دونوں کے تصورِ اسلام ہی کا قصہ تھا جس نے حضرت مدنی اور مولانا مودودی سے وہ باتیں کہلوائیں، (یہاں یہ نہ بھولئے کہ یہ ۱۹۴۷ء سے پہلے کا علی گڈھ تھا، کوئی آج کے علی گڈھ پہ نہ جائے، آج تو وہاں کی دنیا ہی بدلی ہوئی ہے۔ پر یہ بدلا ہوا علی گڈھ ہندوستان کے حصہ میں آیا ہے۔) خیر، مگر اسکو کیا کیجئے! کہ دو ہی سال کے اندر جب پاکستان وجود میں آگیا اور مولانا مودودی کو پٹھانکوٹ سے

ہجرت کر کے وہاں آنا پڑ گیا تو اس پاکستان نے ان سے خود ان کی بات کا یقین چھین لیا۔ اور جو کچھ وہ اس نیبو کے درخت سے آم کھانے کی کوشش میں کر سکتے تھے اس میں کوئی دقیقہ اُٹھا کے انھوں نے نہیں رکھا۔ اسی میں ان کا ساتھ چھوڑتے ہوئے غالب کا وہ اوپر کا شعر مولانا امین احسن اصلاحی کو یاد آیا تھا۔ پر خوشی کی بات ہے کہ بالآخر (اگرچہ ذرا بعد از وقت) مولانا مودودی کو بھی احساس ہو گیا کہ وہ سراب کے پیچھے دوڑتے اور لوگوں کو دوڑاتے رہے اور اب ان کا فرض ہے کہ اس کا اظہار کر دیں۔ اس قابلِ تحسین واقعہ سے ہم باہر لوگوں کو واقف کرانے کی نیکی مولانا کے ایک زمانہ کے پیرو جناب ارشاد احمد حقانی کے قلم سے انجام پائی۔ یہ موصوف کے ایک قسط وار کالم کا حصہ تھا جو یکم تا ۵ نومبر ۲۰۰۰ء روزنامہ جنگ میں شائع ہوا۔ مولانا نے اسکے مطابق اپنی جماعت کی شوریٰ میں اس مضمون کی ایک قرارداد پاس کرانی چاہی تھی کہ ہم پاکستان بننے کے بعد سے ایک غلط راستہ پر چلتے رہے اب ضرورت ہے کہ اپنی صحیح راہ پر واپس جائیں۔ مگر یہ وہ وقت (۷۲ء) تھا کہ مولانا کے قویٰ جواب دے رہے تھے۔ وہ اُمارت بھی چھوڑ چکے تھے۔ ۵۷ء کا ماچھی گوٹھ والا رول اب وہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ رفقاء حامی نہ ہوئے اور وہ بے بس ہو کے رہ گئے۔ اللہ مغفرت فرمائے

الغرض مسئلہ میں ایک تو یہ بنیادی عامل (فیکٹر) علی گڈھ والے اور قائدِ اعظم والے اسلام کا ہے۔ آپ اس سے تجاہل برت کر اس کو کالعدم نہیں کر سکتے۔ یہ ایک گہرا فکری عامل ہے۔ یہ پاکستان کی جڑوں میں پلایا ہوا ہے۔ یہ آپ کے والے (یعنی ''ملاّ'' والے) اسلام کی ہر قیمت پر مخالفت کرے گا۔ اس تصورِ اسلام کے لوگ آپ کی جدوجہد کو اپنے حق پر ڈاکہ ڈالنے کی ایک کوشش سمجھیں گے۔ اس کے ماسوا ایک دوسرا بڑا مخالف عامل پاکستان کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی اور دَر آیا تھا۔ اور یہ وہ ہے جس کا کھلا اعتراف خود اس اسلامی محاذ نے منصورہ کا مذکورہ بالا اجتماع سفراء بلا کر کرلیا۔ یعنی پاکستان کے معاملات میں مغرب اور بالخصوص امریکہ کا فیصلہ کُن عمل دخل۔ یہ ایک کھلا راز ہے کہ پاکستان کے ایک ابتدائی قدم نے اُسے ایسا امریکہ کی جھولی میں ڈالدیا تھا کہ کوئی حکومت وہاں امریکہ کی مرضی کے بغیر جب سے نہیں بنتی۔ اور نہیں چلتی۔ مثالیں اتنی ہیں اور آئے دن دہرائی جاتی ہیں کہ اس اشارہ سے وہ یکا یک ذہنوں میں آجائیں گی۔ پس علی گڈھ اور قائدِ اعظم کے تصور اسلام والے لوگ اگر از خود یا کسی دباؤ سے کچھ نرمی بھی اس مسئلہ پر برتنا چاہیں تو مغرب انھیں اجازت نہیں دینے والا۔ اور یہ غریب کہاں سے مزاحمت کا حوصلہ لا سکتے ہیں جب امریکہ دشمنی کے نعروں پر الیکشن جیتنے والے بھی اس کوشش میں لگے نظر آئیں کہ ان کے نعرے بھلا دئے جائیں؟

یقین ہے کہ یہ نعرے بھلا دئے جانے کی کوشش محض ایک سیاسی مجبوری کے طور پر تھی نہ کہ دل سے۔ اور کسی کو اگر شبہ رہا ہو تو ابھی مارچ کے مہینہ میں کارٹونوں کے مسئلہ پر احتجاج کو ان حضرات نے کارٹونوں سے زیادہ امریکہ و یورپ کی سیاست کے خلاف فضا بنانے کے لئے جس زور شور سے استعمال کیا اس کے بعد کسی کا شبہ بھی قائم نہیں رہنا چاہیے، مگر یہ بات بہر حال طے ہو جاتی ہے اور اس کے ماننے سے مفر نہیں کہ پاکستان میں فی الحال (اور یہ ''فی الحال''، مختصر قسم کی چیز بظاہر نہیں) امریکہ اور یورپ کی رضا کے بغیر کوئی حکومت کا خواب دیکھے گا تو وہ خود کو دھوکہ دے گا۔ اور ان کی مرضی سے آکر اسلام نافذ کرنے کا خواب دیکھنے والا اس سے بھی بڑھ کر دھوکہ کھانے کا شوقین ہوگا۔ پس

ایک طرف باہر کی ان غیر مسلم طاقتوں کا نفوذ اور دوسری طرف پاکستان کی تاسیس میں پلایا ہوا لبرل اسلام، اِن دو اندرونی اور بیرونی مزاحم عوامل (مزید برآں وڈیرے اور جاگیرداران) کے ہوتے ہوئے سیاست کی راہ سے اسلام کو سیاسی طاقت بنانے کی کوشش صرف اپنی قوتوں کا ضیاع ہی نہیں، اسلامی جدوجہد کے نام سے وابستہ اعلیٰ اصولی اور اخلاقی تصورات کو بھی لازماً مجروح کر کے رکھ دینے والا عمل ہے۔

دنیا میں رہ کر سیاست سے مفر یقیناً نہیں ہے، خاصکر جب کہ ملک کی سیاست انتخابی ہو۔ مضائقہ جو کچھ ہے وہ (مذکورہ قسم کی صورتِ حال میں) اسلام کو اس میدان میں لے کے آنے میں ہے۔ آخر کیوں ضروری ہے کہ ہم اسلامی نظام کا علم لیکر ہی سیاست میں آئیں؟ مگر نہیں، یہاں ہمیں متحدہ مجلسِ عمل کی اکائیوں میں سے جماعتِ اسلامی کو اس سوال سے باہر رکھنا ہوگا۔ وہ اسلام کی اس تعبیر پر ایمان رکھتی ہے جو اسے مولانا مودودی سے ملی۔ اور وہاں اس معاملہ میں شدت کا یہ عالم تھا کہ مصر کے کاروبارِ حکومت میں حضرت یوسفؑ کی شرکت کو ہمارے مفسرین نے جو بغیر اس مفروضہ کے لے لیا کہ آپ نے سلطنت کے ہول سول اختیارات حاصل کر لئے تھے اس پر مولانا نے اِن مفسرین کے بارے میں جو تبصرہ اپنی تفسیر میں رقم فرمایا ہے اس پر یقین اس کے بغیر آنا مشکل ہے کہ بعینہٖ الفاظ نقل کر دیئے جائیں۔ مولٰینا کے الفاظ یہ ہیں:

> حقیقت یہ ہے کہ اس مقام کی تفسیر میں دورِ انحطاط کے مسلمانوں نے کچھ اسی ذہنیت کا اظہار کیا ہے جو کبھی یہودیوں کی خصوصیت تھی۔ یہ یہودیوں کا حال تھا کہ جب وہ ذہنی واخلاقی پستی میں مبتلا ہوئے تو پچھلی تاریخ میں جن جن بزرگوں کی سیرتیں ان کو بلندی پر چڑھنے کا سبق دیتی تھیں ان سب کو وہ نیچے گرا کر اپنے مرتبہ پر اتار لائے تا کہ اپنے لئے اور زیادہ نیچے گرنے کا بہانہ پیدا کریں۔۔۔۔ (تفہیم القرآن حاشیہ آیت ۵۵۔ ااواں اڈیشن ۱۹۷۸ء)

پس ٹھیک ہے جماعت کو تو عذر ہو سکتا ہے۔ مگر باقی لوگوں، خاصکر مجلسِ عمل کی سب سے بڑی اکائی جو جمعیۃ علمائے اسلام سے عبارت ہے، اس کے لئے کوئی دقت نظر نہیں آتی، وہ جن بزرگوں کی دینی تشریح کے ماننے والے ہیں وہ تو ایک زمانہ تک صدفی صد اسلامی حکومت کے سوا سیاست کا کوئی تصور نہ رکھنے اور اس کی راہ میں ہر بازی کھیلنے والوں میں سے ہونے کے باوجود جس دن اس نتیجہ پر پہنچے کہ فی الحال یا کم پر راضی ہو جانا ورنہ تن بہ تقدیر گوشہ میں بیٹھ جانا ہے اسی دن وہ شرحِ صدر کیساتھ اس پر تیار ہوئے کہ ملک (ہند) میں ایسے نظامِ حکومت کی جدوجہد کریں جس میں اسلامی احکام اگرچہ نافذ نہ ہوں مگر مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور معاشرتی زندگی اسلام کے مطابق رکھنے، اسلام کا پیغام پھیلانے اور ان کاموں کیلئے ضروری ادارے قائم کرنے کی آزادی ہو۔ اور پھر یہ جدوجہد ان کی نگاہ میں ایسا فریضہ ٹھیری کہ گو وہ جانتے تھے مسلم لیگ کے اسلامی حکومت کے نعرہ کے مقابلہ میں وہ جیت نہیں پاویں گے اور بحیثیت علمائے دین کے جو وقار انھیں حاصل رہا ہے اس کو بھی وہ خطرہ میں ڈالیں گے، ہندو سے پیسے لینے کا ذلیل الزام بھی ان پر لگا۔ اور ہاں مولانا مودودی کا حکومتِ الٰہیہ کی جدوجہد والا فکر بھی انھیں چیلنج کرنے کو سامنے آچکا تھا۔ مگر ان میں سے کسی بات کا خوف اور دباؤ ان کے پاؤں میں لغزش نہیں پیدا کر سکا۔ اور آج حالات بہ بانگِ دہل شہادت دے رہے ہیں کہ یہ سوچ بالکل صحیح

تھی۔فکرِ مودودی کے جو وارثین بھارت میں رہ گئے تھے چالیس برس تک اسی فکر کا پرچار کرتے رہنے کے بعد عملاً اس حقیقت سے سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ وہاں سیاست کی راہ سے اسلام کو غالب کرنے کی جدوجہد محض اُلٹا نتیجہ پیدا کرنے والا (Counter Productive) عمل ہے۔پس پاکستان میں بھی جب حالات کی زبان مسلسل پکار رہی ہے کہ دین وکو سیاست میں لانے کے لئے وقت سازگار نہیں تو بغیر اسلامی نظام کے نعرے کے سیاست میں حصہ لیجئے اور اس قدر ضرور لیجئے کہ دین مخالف عناصر کو بالکل بے مہار ہونے کا موقع نہ ملے، دینی عناصر سیاسی لحاظ سے بے دست و پا نہ پائے جائیں اور اپنے علاقوں میں خدمتِ خلق کے لئے کسی درجہ کا عمل داخل سیاست کے ایوان میں رہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور مصر کے کاروبارِ حکومت میں شرکت کی جو بات اوپر آگئی اُسے غور سے دیکھا جائے تو وہ بھی بالکل صاف صاف بس ایک آنے والی قدرتی آفت اور خلقِ خدا کے بیچ میں کھڑے ہو جانے کا رول تھا جس کا موقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو مہیا کیا جا رہا تھا۔اور اس میں یہ راز بھی تھا کہ خدمت کے اس فریضہ کی ادائیگی سے آپ کیلئے اپنے اُس کارِ نبوت کی وسیع تر انجام دہی کی راہ اس دیارِ کفر میں کھلے گی جس کی ابتدا آپ نے جیل خانہ میں کردی تھی۔اور پھر بات آگے بڑھ کر بچپن کے خواب (''اِنّی رَاَیتُ الشَّمسَ والقَمَرَ لِی سَاجِدِین '') کے حقیقت کے سانچہ میں ڈھل جانے تک پہنچے گی۔ فَصَدَقَ اللّٰہُ العظیم ۔شاہِ مصر کو اپنے ڈراؤنے خواب کی جو دل لگتی تعبیر صرف اپنے یہاں کے قیدی یوسفؑ سے ملی ،اس نے اُس کے دل میں آپ کی وہ عظمت و منزلت قائم کی کہ کل تک جو قیدی کو تھا اس سے بلا کسی درمیانی مرحلہ کے کہا جاتا ہے'' اَنّکَ الیَومَ لَدَینَا مَکِینٌ اَمِین '' (تم آج سے ہمارے یہاں صاحبِ منزلت اور صاحبِ اعتماد ہو ہو!) تو یہ محض تلافی مافات نہیں تھی ،شاہی خواب کے پس منظر میں یہ صاف طور پر بادشاہ کی (بادشاہانہ انداز میں)ایک درخواست بھی تھی کہ آنے والی قحط سالی کے مسئلہ سے نپٹنے کی ذمہ داری تم قبول کرلو! کیا اس پر اللہ کے نبی کو یہ جواب دے کر کہ ہاں ضرور،مگر پہلے گدّی خالی کردو، بادشاہ کے اس نہایت قیمتی اعتماد اور قدر و منزلت کو تباہ کر دینا تھا(کہ اچھا ہم تو کوئی مردِ خدا رسیدہ سمجھے تھے پر آپ تو تخت و تاج کی تاک میں نکلے !) یا بے تأمل یہ پیشکش قبول کرتے ہوئے بس اس ذمہ داری کی ضرورت کے مطابق اپنے دائرۂ اختیار کی بات کرنا تھی؟

لاریب کہ اللہ کے نبی (علیہ الصلاۃ والسلام) کو یہ دوسری بات ہی زیبا تھی اور اسی مفہوم میں اس کو کہنا تھا کہ: اِجعَلنِی عَلٰی خَزَائِنِ الاَرضِ اِنّی حَفِیظٌ عَلِیمٌ ہرگز ہرگز بادشاہ کا کفر اس سے مانع نہیں تھا کہ خلق خدا کی ایک غیر معمولی آزمائش کو اپنی اہلیت کے بقدر ہلکا کرنے کا جو موقع اس سلطنت میں اس اعزاز و اعتماد کے ساتھ مل رہا ہے اسے قبول کریں۔مگر ہاں مولانا مودودی کی مجبوری ان کا وہ فہمِ دین تھا جس کی ترجمان ان کی کتاب '' قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں'' ہے۔اس فہم کی رو سے واقعی حضرت یوسفؑ کو پہلے اسلامی نظامِ حکومت کا اختیار مانگنا تھا پھر چاہے خدمت کا موقع رہتا نہ رہتا۔

مولانا عبدالمبین عبدالخالق ندوی *

بعض جدید طبی مسائل اوران کا شرعی حکم (۱)

O رحم مادر کی تجارت O ایڈز کی شرعی حیثیت O ٹیوب بے بی O لاش کا پوسٹ مارٹم
O تعدیہ انفکشن O کلوننگ O ضبط ولادت O اعضاء کی پیوند کاری
O ایکسرے، سونوگرافی، سٹی اسکین کے لیب وغیرہ وغیرہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے " علم الانسان مالم یعلم" (العلق:۵) اللہ نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا) امام شافعیؒ کا قول ہے کہ "العلم علمان علم الفقہ للادیان وعلم الطب للابدان " (مفتاح السعادہ، ص:۱/ ۲۶۷) (علم درحقیقت دو ہیں، ایک علم فقہ دین جاننے کے لئے اور دوسرا علم طب، جسمانی علاج کے لئے) جب دین سے رشتہ مضبوط تھا تو ان دونوں علوم میں مطابقت تھی مگر اب جوں جوں طبی میدان میں حیرت انگیز طور پر ترقی ہوتی جارہی ہے اسی قدر نئے نئے مسائل بھی مسلم معاشرہ میں پیدا ہوتے جارہے ہیں اور ان کی حلت وحرمت کا مسئلہ دین سے بُعد اور روح دین سے بے خبری کی بنا پر مسلمانوں کے لئے بہت پیچیدہ ہوتا جارہا ہے، علاوہ ازیں گزشتہ صدی میں ایسے علوم وفنون پیدا ہوگئے ہیں، جو براہ راست عقیدہ وایمان سے ٹکراتے ہیں اور کچھ نئی ایجادات وانکشافات بھی سائنس کے دوش پر سوار ہوکر خلق خدا کو گمراہ کررہی ہیں، جن کو دور جدید کی ترقی اور سائنس کی برکت سمجھ کر بہت سے اہل ایمان بھی حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر انہیں قبول کرلیتے ہیں، لہٰذا یہ سارے امور اس بات کے متقاضی ہیں کہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں ان کا ایسا حل پیش کیا جائے جو سبھی کیلئے قابل قبول ہو، چونکہ اسلام اپنی تعلیمات کے ذریعہ روز اول سے ہر دور کی رہنمائی وسرپرستی کی پوری اہلیت وصلاحیت رکھتا ہے اس لئے یہاں اسی کی روشنی میں پیش آمدہ جدید طبی اموراوران سے پیدا شدہ مسائل کا جائزہ لیا گیا ہے جن میں سے کچھ تو بالکل حرام ہیں اور کچھ طبی ایجادات قابل قدر ہیں جن سے استفادہ اسلامی حدود وضابطے میں رہ کر کیا جاسکتا ہے۔

* استاد جامعہ ریاض العلوم، دہلی ومدیر مرکز الدعوۃ والبحوث العلمیہ، سدھارتھ نگر

(۱) یہ مقالہ ۲۸ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس منعقدہ پاکوڑ (جھارکھنڈ) کے فقہی سیمنار میں پڑھا گیا۔

۱۔ رحم مادر کی تجارت اور اسلامی احکام:

صنف نازک جو در اصل ماں، بہن اور بیوی کے روپ میں مرد کی غم گسار ہوتی ہے اور جس کے متعلق رسول اللہؐ نے خاص طور پر ہدایت فرمائی ہے کہ اتقوا اللہ فی النساء (ابن ماجہ) (عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو)۔ مگر آج اس کے ساتھ ہر ظلم و جبر روا رکھا جاتا ہے اور اسے صرف بچہ بنانے کی مشین سمجھا جانے لگا ہے اور نوبت یہ ایں جارسید کہ اس کے رحم کی بھی تجارت کی جانے لگتی ہے جس کو انگریزی میں سروگیسی (Surrogasey) متبادل ماں کہتے ہیں۔

اگر کسی سبب سے کسی عورت کو بچہ پیدا نہیں ہوتا ہے تو دوسری تندرست عورت کو کچھ معاوضہ دے کر اس کی خدمات حاصل کر لی جاتی ہیں اور اس میں طریقہ یہ اپنایا جاتا ہے کہ بانجھ اور بے اولاد عورت کے انڈے کو شوہر کے نطفے سے ایک تشتری میں سائنٹفک طریقے سے فرٹیلائز کرتے ہیں اور اس نطفے کو دوسری تندرست عورت کے رحم میں داخل کر دیتے ہیں اور وہ عورت حاملہ ہو جاتی ہے اور وقت متعینہ پر بچہ پیدا ہو جاتا ہے جس میں تمام جنینی خواص شوہر کے پائے جاتے ہیں مگر ناقابل حل مسائل اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب دوسری عورت کے رحم کو ایسے مرد کے نطفے سے فرٹیلائز کیا جائے جو اس کا شوہر نہ ہو تو شرعی طور پر یہ قطعاً ناجائز ہے بلکہ باطل اور حرام ہے، کیونکہ ایک مرد کا نطفہ غیر عورت کے رحم میں داخل کرنا زنا کے مترادف ہے، اسطرح گویا رحم مادر کی تجارت ہوئی جس کی کوئی گنجائش اسلام میں نہیں لیکن اس جدید زمانہ میں یہ مغرب کی دین ہے جس سے پورا معاشرہ اتھل پتھل ہو رہا ہے اور اس طریقے سے پیدا ہونے والا بچہ ماں باپ کی شفقت و محبت سے محروم رہتا ہے، اس کی حرمت کے اسباب یہ ہیں:

۱۔ یہ اللہ کے متعین کردہ طریقہ تولید میں براہ راست مداخلت ہے۔

۲۔ یہ عمل عورتوں کے لئے ایک بہانہ بن جائے گا کہ وہ اپنے رحم کو پیسوں کے لالچ میں بے جا طریقہ سے استعمال کریں۔

۳۔ صحت مند عورتیں دردزہ کی تکلیف سے بچنے کے لئے سروگیسٹ ماں کی تلاش کریں گی۔

۴۔ رحم کی تجارت کرنے والی عورت اس جوڑے سے جس کا بچہ اس نے جنا ہے دعویٰ اور مطالبہ کر سکتی ہے کہ یہ بچہ اس کا ہے۔

۵/ مارچ ۲۰۰۴ء کے راشٹریہ سہارا اردو میں یہ خبر چھپی ہے کہ امریکہ کی ایک خاتون نے اس کا مطالبہ بھی کیا ہے، ان کے علاوہ بھی اس سے اور متعدد پیچیدگیاں اور گوناگوں مسائل پیدا ہوں گے، خونی رشتوں میں انتشار پیدا ہوگا اور وراثت کے مسائل الگ پیدا ہوں گے، اسلام سائنس کی ترقی کے خلاف نہیں ہے لیکن اس کی نگاہ مسائل کے تمام پہلوؤں پر رہتی ہے، اس لئے اس کے احکام اعتدال و توازن پر مبنی ہوتے ہیں، چنانچہ علماء اسلام نے اسے ہر حال میں

ناجائز قرار دیا ہے۔ اور اسے شریعت کے خلاف بغاوت تصور کیا ہے۔ رابطہ عالم اسلامی کی فقہ اکیڈمی نے رحم مادر کی تجارت کی متعدد شکلیں بیان کرنے کے بعد چند طریقوں کو صحیح اور باقی کو حرام قرار دیا ہے۔ اور شیخ ابن بازؒ نے دینی جذبہ رکھنے والوں کو مذکورہ طریقہ نہ اختیار کرنے کی نصیحت کی ہے۔ (فقہی فیصلے، ص: ۱۶۰۔ ۱۶۶ ناشر: اسلامی فقہ اکیڈمی، دہلی)

۲۔ ایڈز کی شرعی حیثیت:

ایڈز ایک مہلک پیچیدہ وبائی مرض ہے جو مخصوص وائرس کے نتیجہ میں زندگی کو تباہ کر دیتا ہے۔ یہ آج بھی ناقابل علاج بنا ہوا ہے۔ جس کے خوف سے پوری دنیا لرزہ براندام ہے اور جو لوگ اس مرض میں گرفتار ہو جاتے ہیں وہ سماج کے ڈر سے نہ تو علاج کراتے ہیں اور نہ اسے ظاہر کرتے ہیں، اس کے لئے موثر ادویہ کی تلاش جاری ہے لیکن اس پر ابھی تک قابو نہیں پایا جاسکا ہے۔ یہ مرض جہالت و ناخواندگی کی وجہ سے پوری دنیا میں پھیل کر ہندوستان میں بھی داخل ہو چکا ہے۔ ذرائع ابلاغ نئے مرض کی حیثیت سے اس کا تعارف کرا رہا ہے لیکن یہ نہایت قدیم بیماری ہے جس کا تذکرہ قدیم طبی کتابوں میں قوت مدافعت ختم ہو جانے والی بیماری کے نام سے ملتا ہے۔ مگر اسے اب تک چھوت کی بیماری سمجھا جا رہا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مرض H.I.V (Virus) وائرس کے ذریعہ انسانی جسم میں پھیلتا ہے جو ابتداء میں تو بہت معمولی اور غیر موثر ہوتا ہے۔ ایڈز کا پورا نام (Aquired Immune Deficiency Syndrome) ہے۔ اس کے وائرس کی اطلاع پہلی بار امریکہ کے سنٹر فار ڈیزیز کنٹرول کے سائنس دانوں نے ۱۹۸۱ میں دی تھی، پھر ۱۹۸۳ء میں فرانس کی راج دھانی پیرس میں ڈاکٹر موٹاگلیر نے ایڈز کے وائرس کی شناخت کا دعویٰ کیا اور اس کا نام (A.L.V.) رکھا، اگلے ہی سال ۱۹۸۴ء میں امریکی سائنسداں گیلی نے اس وائرس کی کھوج کی۔

علامات: تھکاوٹ کا محسوس ہونا، بھوک نہ لگنا، وزن کم ہونا، بخار، کھانسی، خارش، جسم میں گانٹھیں پڑ جانا، وغیرہ اس کی علامات ہوتی ہیں، اطباء کہتے ہیں کہ بعض لوگوں میں اس کی علامتیں دس سال تک ظاہر نہیں ہوتی ہیں بلکہ اس وقت اپنا اثر دکھاتی ہیں جب قوت مدافعت ختم ہو جاتی ہے اور اس کے وائرس انسانی جسم میں داخل ہو کر۔ ٹی (T) خلیوں کو تباہ کرنے لگتے ہیں جو جسم میں مدافعت کا کام کرتے ہیں۔

ایڈز کس طرح سے پھیلتا ہے؟: اس مرض کا وائرس زیادہ تر خون اور مادۂ تولید میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ جب ایک شخص اپنے خون کا عطیہ کسی کو دیتا ہے یا کوئی غلط جنسی تعلق قائم کرتا ہے یا لواطت کا مرتکب ہوتا ہے تو دوسرا اس سے متاثر ہو جاتا ہے، ایک ہی سرنج (Syringe) سے کئی لوگوں کو انجکشن لگانے سے بھی یہ پھیلتا ہے، اس سے بچنے کے لئے سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ جنسی بے راہ روی سے آدمی پرہیز کرے اور اگر اسے خون دینے کی ضرورت پیش آئے تو اس بات کا اطمینان کر لینا ضروری ہے کہ اس کے خون میں ایڈز کے وائرس تو نہیں ہیں اور اسی طرح مستعمل بلیڈ (Blade) سے بھی پرہیز کریں۔

ایڈز سے متاثرین کی تعداد:

اقوام متحدہ کے ادارہ برائے انسداد ایڈز کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ ایک سال میں ایڈز کے ذریعہ ساٹھ لاکھ لوگ لقمہء اجل بن چکے ہیں جن میں تیس لاکھ افراد مشرقی یورپ و افریقہ کے تھے' آج پوری دنیا میں ان کی تعداد میں ہر سال بیس فیصد اضافہ ہو رہا ہے۔ اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ حکومت اس مہلک بیماری سے بچنے کی ہدایت کرتی ہے لیکن جنسی انارکی اور طوائفوں کے اڈے ملک کے ہر حصہ میں بدستور قائم ہیں' مثال کے طور پر صرف ممبئی میں ایک اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد طوائفیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اوسطاً روزانہ چھ سات مردوں سے ہم بستری کرتی ہیں۔ جن سے اس مرض کو بے تحاشا بڑھاوا ملتا ہے' ہندوستان کی شہری آبادی کا ۲۸ فیصد حصہ اس سے متاثر ہے جب کہ ہندوستان کی ۷۵ فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے جہاں شہروں کی طرح علاج کی جدید سہولتیں میسر نہیں ہیں' اس لئے ایڈز آج بھی ان کے لئے ایک نامانوس لفظ بنا ہوا ہے اور بڑی تیزی سے ملک کے ہر حصہ میں پھیل رہا ہے۔ اس کا علاج کیا ہے یہ ہمارے موضوع سے خارج ہے البتہ شرعی احکام کیا ہیں' اس کی مختصراً وضاحت پیش ہے۔

ایڈز کے شرعی احکام:

علماء نے ایڈز کی مختلف شکلیں اور اسباب بیان کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ جنسی عمل یا خون دینے سے اگر مرض واقعتاً دوسروں تک منتقل ہوتا ہے تو مریض پر لازم ہے کہ ایسے کسی بھی عمل سے احتراز کرے جو دوسروں تک انتقال مرض کا موجب ہو' چنانچہ اگر کسی ایسے مریض نے اس مقصد سے جنسی عمل کیا یا اپنا خون کسی کو دیا اور بیوی کو یا جس کو خون دیا ہے' ایڈز کی بیماری لاحق ہو جائے تو شرعاً وہ شخص مجرم و قابل تعزیز قرار پائے گا اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔

۲۔ اور اگر قصداً ایسا نہیں کیا ہے مگر جانتا ہے کہ یہ عمل دوسرے کو مریض کر دے گا تو شرعاً گناہ گار اور مجرم ہوگا' البتہ پہلے کے مقابلے میں یہ جرم ہلکا سمجھا جائے گا۔

۳۔ تیسری صورت اضطرار کی ہے مثلاً مریض کے گروپ کا خون کہیں دستیاب نہیں اور بغیر خون دیئے اس کی جان بچنی ممکن نہیں' ایسی صورت میں اگر کسی نے انسانی ہمدردی کے اقتضا سے خون دیا تو وہ قابل مواخذہ نہ ہوگا' البتہ اسے خون لینے والے کو اصل صورت سے مطلع کر دینا چاہیے۔ (طبی اخلاقیات: ص:۱۸۹)

ایڈز کی وجہ سے فسخ نکاح:

اگر کسی مسلمان عورت کا شوہر ایڈز کا مریض ہے مگر اس کی بیوی کو یہ مرض لاحق نہیں اور انتقال مرض کا خوف سے اس عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ رہنا ممکن نہیں تو ایڈز ان عیوب میں شامل مانا جائے گا جو تفریق کا سبب ہوتی ہیں' یعنی اس مرض کی بناء پر عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کرسکتی ہے' یہ مسلک مالکیہ' شوافع اور حنابلہ کا ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ کے

نزدیک شوہر کے نامرد یا مقطوع الذکر ہونے کے سوا کسی اور صورت میں عورت تفریق کا مطالبہ نہیں کرسکتی ہے' (ہدایہ: ۲/ ۴۰۱) اسی طرح اگر ایڈز کے مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کرلیا تو بھی اسے فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا گو اس میں تفصیل ہے تاہم بنیادی طور پر اس کی دو شکلیں ہیں:

۱۔ یہ مرض جنسی اعتبار سے ایک کو دوسرے کے لئے نا قابل انتفاع بنا دے۔

۲۔ وہ مرض جو قابل نفرت ہوں اور ان کے متعدی ہونے کا اندیشہ ہو جیسے برص و جذام وجنوں وغیرہ' اسی پر متاخرین علماء کا فتویٰ ہے۔ (دیکھئے: سبل السلام' ص: ۱/ ۱۳۴' کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ' ص: ۴/ ۱۸۰)

مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں دیکھا جائے تو سوائے امام ابوحنیفہؒ کے جمہور کے نزدیک ایڈز ان امراض میں شامل ہے جن کی وجہ سے عورت کو حق تفریق حاصل ہے' کیونکہ یہ مرض برص و جذام سے بھی زیادہ خطرناک اور متعدی ہے اور جنسی ربط میں مرض کی منتقلی کا سبب بھی ہے' اس لئے ایڈز زدہ شوہر سے بیوی اپنی جنسی تسکین حاصل نہیں کرسکتی ہے' بنابریں وہ نامرد ہی کے حکم میں ہے۔

ایڈز کے مریض بچوں کا اسکول میں داخلہ:

ایڈز کے شکار چھوٹے بچے بھی ہوتے ہیں' ان کے متعلق عمومی رائے یہ ہے کہ احتیاطی تدبیر اختیار کرنے کے باوجود انہیں تعلیم سے محروم نہ کیا جائے' کیونکہ تعلیم ان کا بنیادی حق ہے' جس کے لئے علیحدہ ادارے اور سکول قائم کئے جاسکتے ہیں۔ مگر ایڈز کا مرض خون کی منتقلی یا جنسی تعلق سے ہوتا ہے لیکن ساتھ اٹھنے بیٹھنے یا ایک دوسرے سے ہاتھ ملانے یا ملنے سے نہیں پھیلتا اس لئے اسکولوں میں ان کے داخلے میں قباحت نہیں ہے۔ جبکہ کیرلا کے دو متاثر بچوں کو اسکول سے اسی بنا پر نکال دیا گیا اور تمل ناڈو میں ایڈز کے قریب المرگ نوجوان کو زندہ دفن کرنے کی کوشش کی گئی' نیز مہاراشٹر (جٹ تعلقہ) کی بے یار و مددگار بیوہ عورت جس کا شوہر ایڈز سے مرچکا ہے اور بیٹا جو اس مرض سے محفوظ ہے دونوں کا سماجی بائیکاٹ کیا گیا ہے۔ (۲۰ دسمبر ۲۰۰۲ء عالمی سہارا' ص ۲۷)

ایڈز کی بناء پر اسقاط حمل:

اگر حالت حمل میں بچہ پیٹ میں ایڈز کا شکار ہو جائے تو اس سلسلہ میں علماء کی رائے ہے کہ جنین میں روح ۱۲۰ دن بعد پھونکی جاتی ہے۔ اگر روح پیدا ہو چکی ہے اور بچہ کے ایڈز سے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تب بھی اسقاط حمل جائز نہیں' نفخ روح کے بعد اسقاطِ حمل کی حرمت پر اجماع و اتفاق ہے' شیخ الاسلام حافظ احمد بن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں "اسقاط الحمل حرام باجماع المسلمین" (فتاویٰ ابن تیمیہ' ص: ۴/ ۲۱۷)' (اسقاط حمل بالاجماع حرام ہے)۔

شیخ احمد علیش مالکی لکھتے ہیں: التسبب فی اسقاطہ بعد نفخ الروح فیہ محرم اجماعاً وھو من قتل النفس' (فتح العلی

المالک' ص:۱/۹۹) (روح پڑنے کے بعد اسقاط حمل کے ذرائع اختیار کرنا بالا جماع حرام ہے اور یہ قتل نفس کے حکم میں ہے) البتہ روح پڑنے سے پہلے عذر کی بنا پر بعض فقہا کے نزدیک اسقاط کی گنجائش ہے' جس طرح کہ باپ میں اگر اتنی استطاعت نہ ہو کہ دوسری عورت سے بچے کو دودھ پلوا سکے تو مولود کی غذائی ضرورت کے تحت حمل کا اسقاط کرا سکتا ہے کیونکہ بچہ کا موروثی طور پر ایڈز کے ساتھ پیدا ہونا اس سے شدید تر عذر ہے لیکن یہ اجازت بھی روح پڑنے سے پہلے کے لئے ہے نا کہ اس کے بعد۔ (طبی اخلاقیات' ص:۱۸' ناشر: اسلامک فقہ اکیڈمی)

۳۔　مصنوعی بار آوری اور ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت:

طب جدید نے ایک خطرناک ایجاد مصنوعی بار آوری یا ٹیوب بے بی کے نام سے کی ہے' جو شرعی اعتبار سے انتہائی حساس نوعیت کا معاملہ اور مختلف گوشوں کو حاوی ہے' جس سے خاندانی' سماجی' و اخلاقی طور پر سنگین حالات مرتب ہوتے ہیں' اس کے مختلف طریقے آج مختلف مغربی ممالک میں رائج ہیں' اور ان سے شرعی نقطہ نظر سے بہت سے مسائل اٹھ کھڑے ہوئے ہیں جن میں نسب و حرمت' مصاہرت' فراش زوجیت' غیر مرد کے ساتھ حاملہ عورت کا تعلق' عورت اور استبارے رحم کے احکام شامل ہیں' ان کے علاوہ عورت کے اندر داخلی بار آوری یا نلکی کے اندر خارجی بار آوری کے بعد رحم میں انجکٹ کرنے کی ناجائز صورتوں کے ارتکاب پر وجوب حد کی سزا وغیرہ کے سارے ابواب ایک ساتھ کھل جاتے ہیں' رابطہ عالم اسلامی کی فقہ اکیڈمی نے اس پر دو سیمینار کرائے' ایک ۱۱ تا ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ اور دوسرا آٹھواں سیمنار ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ میں منعقد کیا' ان میں اصل مسئلے کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ اولاد حاصل کرنے کیلئے بار آوری (یعنی مرد اور عورت کے درمیان براہ راست جنسی تعلق کے بغیر غیر فطری طریقے) کے درج ذیل دو بنیادی طریقے ہیں:

۱۔　اندرونی بار آوری کا طریقہ:　یعنی مرد کے نطفہ کو عورت کے اندر مناسب مقام پر انجکٹ کر دیا جائے۔

۲۔　بیرونی بار آوری کا طریقہ:　یعنی مرد کے نطفہ اور عورت کے انڈے کو ایک ٹسٹ ٹیوب میں رکھ کر طبی لیبارٹری میں بار آوری کی جائے پھر اس بار آور انڈے کو عورت کے رحم میں ڈال دیا جائے۔

ان دونوں ہی طریقوں میں عورت کی بے پردگی اس کام کو انجام دینے والے کے سامنے لازمی ہے' اس پر مزید بحث و مباحثہ سے یہ بات سامنے آئی کہ حمل و تولید کی غرض سے اندرونی یا بیرونی بار آوری کے لئے اپنائے جانے والے طریقے مختلف حالات میں سات ہیں' ان میں دو کا تعلق اندرونی بار آوری سے ہے اور پانچ کا بیرونی بار آوری سے ہے' داخلی بار آوری کے طریقے یہ ہیں:

۱۔　ایک شادی شدہ مرد کا نطفہ لے کر اس کی زوجہ کی رحم میں مناسب مقام پر انجکٹ کر دیا جائے جہاں نطفہ فطری طریقے پر اس انڈے کیساتھ مل جائے جو بیوی کی انڈادانی خارج کرتی ہے' اس طرح دونوں میں بار آوری ہو پھر

باذن اللہ رحم کی دیوار میں وہ چمٹ جائیں، جس طرح مباشرت کی صورت میں ہوتا ہے، اس طریقے کو اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب مرد کے اندر کوئی ایسی کمی ہو کہ وہ اپنا مادہ منویہ دوران مباشرت عورت کے مناسب مقام تک نہ پہنچا سکے۔

۲۔ ایک شخص کا نطفہ لے کر دوسرے شخص کی بیوی کے اندر مناسب مقام پر انجکٹ کر دیا جائے جہاں اندرونی طور پر بارآوری ہو پھر رحم میں علوق ہو جائے، اس طریقہ کو اس وقت اپنایا جاتا ہے جب شوہر بانجھ ہو اور اس کے مادہ منویہ میں انڈے نہ ہوں تو دوسرے مرد سے نطفہ حاصل کیا جاتا ہے۔

بیرونی بارآوری کے لئے یہ طریقے اختیار کئے جاتے ہیں:

۱۔ شوہر کا نطفہ اور اس کی زوجہ کا انڈا لے کر مقررہ فزیکلی شرائط کے مطابق ایک طبی ٹسٹ ٹیوب میں رکھا جائے، جہاں ان دونوں میں بارآوری ہو پھر جب بارآوری حصہ بکھرنے اور تقسیم ہونے لگے تو مناسب وقت میں اسے ٹسٹ ٹیوب سے نکال کر اس خاتون کے رحم میں ڈال دیا جائے جہاں وہ ایک عام جنین کی طرح افزائش وتخلیق کے مراحل سے گزرے اور مدت حمل کی تکمیل کے بعد بچہ یا بچی کی پیدائش ہو، یہی بے بی ٹسٹ ٹیوب جدید طبی وسائنسی کارنامہ ہے جسے اللہ نے آسان فرما دیا ہے، اس طریقے سے بچے اور بچیاں پیدا ہو چکی ہیں جن کی خبریں اخباروں میں آتی رہتی ہیں، اس طریقہ کو اس وقت اپنایا جاتا ہے جب بیوی بانجھ ہو اور اس کی وہ ٹیوب بند ہو جو اس کی انڈادانی اور رحم کے درمیان جڑی ہوتی ہے۔ (فلوپین ٹیوب)

۲۔ شوہر کا نطفہ اور کسی غیر عورت کی رضامندی سے اس کے انڈے کو لے کر ٹسٹ ٹیوب کے اندر بیرونی بارآوری کی جائے پھر بارآور ہونے کے بعد اسے اس کی بیوی کے رحم میں ڈال دیا جائے، یہ طریقہ اس وقت اپنایا جاتا ہے جب اس کی بیوی کی انڈادانی موجود نہ ہو لیکن رحم درست ہو۔

۳۔ ایک مرد کا نطفہ ایک غیر عورت کا انڈا (رضاکارانہ) لے کر ٹسٹ ٹیوب میں بیرونی بارآوری کے لئے رکھا جائے پھر اس حصہ کو کسی دوسری شادی شدہ عورت کے رحم میں ڈال دیا جائے یہ طریقہ اس وقت اپنایا جاتا ہے جب شادی شدہ عورت جس کے اندر بارآور حصہ ڈالا گیا ہے لیکن اس کی انڈادانی بانجھ ہو اور بچہ دانی درست ہو اور اس عورت کا شوہر بھی بانجھ ہو لیکن دونوں کی اولاد کی خواہش رکھتے ہوں۔

۴۔ ٹسٹ ٹیوب کے اندر بیرونی بارآوری زوجین کے انڈوں سے کی جائے پھر اسے حمل کیلئے رضامند عورت کے رحم میں ڈال دیا جائے، اس طریقے کو ایسے موقع پر اپنایا جاتا ہے جب زوجہ کا رحم کسی وجہ سے حمل کے قابل نہ ہو لیکن اسکی انڈادانی درست ہو یا وہ از راہ فیشن حمل کیلئے تیار نہ ہوں اور دوسری رضامند عورت حمل کا بار اٹھائے

۵۔ یہ طریقہ بھی سابقہ طریقہ کی طرح ہے لیکن اس میں اتنا فرق ہے کہ بارآوری کے بعد اسے نطفہ

والے مرد کی دوسری زوجہ کے اندر داخل کر دیا جائے جو اپنی سوکن کے بچے کے لئے رضامندی سے حمل کے لئے تیار ہو' یہ آخری طریقہ ان بیرونی ممالک میں جاری نہیں ہے جہاں تعدادِ ازدواج ممنوع ہے' بلکہ یہ صرف انہیں ممالک میں جاری ہے جہاں تعدادِ ازدواج کی اجازت ہے۔

یہ طریقے یورپ وامریکہ میں یا تو تجارتی مقاصد کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں یا انہیں ''نوع بشری کی خوبصورتی'' کا نام دیا گیا ہے اور کچھ ممتا کے تقاضے سے اپنائے جاتے ہیں کیونکہ غیر شادی شدہ خواتین یا ان شادی شدہ خواتین میں بھی اس کا داعیہ ہوتا ہے جو خود اپنے شوہر کے کسی سبب کی وجہ سے حاملہ نہیں ہو پاتی ہیں' ان اغراض کے لئے انسانی نطفوں کے بنک بھی قائم ہو چکے ہیں' جہاں ان کو ٹیکنیکل طریقے پر طویل مدت تک محفوظ رکھا جاتا ہے جو رضا کارانہ یا بالعوض حاصل کئے جاتے ہیں' رابطہ کی فقہ اکیڈمی نے مذکورہ صورتوں کی روشنی میں شرعی اعتبار سے اس کے یہ عمومی احکام بتائے ہیں:

(الف) مسلمان خاتون کی بے پردگی غیر محرم کے سامنے شرعاً کسی حال میں بھی درست نہیں' الا یہ کہ کوئی ایسی صورت ہو جسے شریعت نے بے پردگی کے لئے وجہ جواز تسلیم کیا ہو۔

(ب) گو خواتین کے لئے مرض کے علاج کے سلسلے میں کشف عورت جائز ہے مگر بہ قدر ضرورت ہی کشفِ ستر گنجائش ہے۔

یہ تو عام حکم تھا مگر مصنوعی بار آوری کے مذکورہ تینوں جائز طریقوں میں اکیڈمی نے طے کیا ہے کہ نومولود کا نسب و نطفہ انڈا دینے والے زوجین سے ثابت ہوگا' میراث اور دیگر حقوق ثبوت نسب کے تابع ہوتے ہیں' لہذا بچہ کا نسب جس مرد وعورت سے ثابت ہوگا' وراثت اور دیگر احکام بھی ان ہی کے درمیان ثابت ہوں گے۔

سوکن کی طرف سے حمل کے لئے رضا کارانہ تیار ہونے والی زوجہ (جو ساتویں طریقہ میں مذکور ہے) بچہ کی رضاعی ماں ہوگی' کیونکہ بچہ نے اس کے جسم وعضو سے استفادہ اس سے کہیں زیادہ کیا ہے' جتنا ایک شیر خوار بچہ مدت رضاعت کے اندر دودھ پلانے والی عورت سے کرتا ہے۔

مذکورۃ الصدر خارجی وداخلی بار آوری کے طریقوں میں سے بقیہ چاروں طریقے شرعاً حرام ہیں' ان میں جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے' کیونکہ ان میں یا تو نطفہ اور انڈا زوجین کے نہیں ہیں یا رضا کار حاملہ عورت نطفہ اور انڈا والے زوجین کے لئے اجنبی ہے' اس لئے اکیڈمی دینی جذبہ رکھنے والوں کو نصیحت کرتی ہے کہ وہ اس طریقہ کو اختیار نہ کریں' الا یہ کہ انتہائی سخت ضرورت ہو اور ضرورت شدیدہ کے تعین میں بھی پوری احتیاط مدنظر رکھی جائے۔

اکیڈمی کے سابق صدر شیخ عبدالعزیز بن بازؒ نے مذکورہ تینوں حالتوں میں توقف اختیار کیا ہے' اس لئے جواز

خطرے سے خالی نہیں، شیخ محمد بن عبداللہ السبیل امام حرم مکی نے دوسری اور تیسری حالت میں توقف کیا ہے۔

۴۔ لاش کا پوسٹ مارٹم:

جدید طبی ایجادات میں انسانی لاش کا پوسٹ مارٹم بھی ہے جس کے احترام کا حکم اسلام نے دیا ہے اور پوسٹ مارٹم میں اعضاء کاٹے اور توڑے جاتے ہیں جن سے اس کی بے حرمتی ہوتی ہے، اس سلسلے میں آنحضورؐ کا ارشاد ہے "کسر عظم المیت ککسرہ حیا" (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ کتاب الجنائز) "مومن مُردوں کی ہڈی توڑنا اتنا ہی بڑا جرم ہے جیسا کہ زندہ کی ہڈی توڑنا" اس سے معلوم ہوا کہ مومن کا احترام مرنے کے بعد بھی اس طرح لازم ہے جس طرح اس کی زندگی میں تھا اور پوسٹ مارٹم سے انسانی لاش کی بے حرمتی ہوتی ہے، تاہم یہ ایک اہم دنیاوی ضرورت ہے، اس بنا پر رابطہ کی فقہ اکیڈمی نے اپنے دسویں سمینار منعقدہ ۲۴ تا ۲۷ رصفر ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۷/۱۰/ اکتوبر ۱۹۸۷ میں درج ذیل امور طے کئے ہیں:

اول: مندرجہ ذیل مقاصد کے تحت لاشوں کا پوسٹ مارٹم جائز ہے۔

(الف) تعزیراتی مقدمے میں موت یا جرم کے اسباب کی دریافت قاضی کے لئے دشوار ہو اور پوسٹ مارٹم کے بغیر اس کی دریافت ممکن نہ ہو۔

(ب) پوسٹ مارٹم کے متقاضی امراض کی دریافت مطلوب ہو، تاکہ اس کی روشنی میں ان امراض سے متاثر لوگوں کا مناسب اور ضروری علاج کیا جاسکے۔

(ج) پوسٹ مارٹم کے ذریعہ طب کی تعلیم وتدریس مقصود ہو جیسا کہ میڈیکل کالجز میں رائج ہے۔

دوم: بہ غرض تعلیم پوسٹ مارٹم میں درج ذیل شرائط کی رعایت ضروری ہے:

(الف) لاش اگر کسی معلوم شخص کی ہو تو موت سے قبل خود اس کی یا موت کے بعد اس کے وارثین کی اجازت ضروری ہے، معصوم الدم لاش کا پوسٹ مارٹم بغیر اجازت نہیں کرنا چاہیے۔

(ب) پوسٹ مارٹم بہ قدر ضرورت ہی کیا جائے تاکہ لاشوں کی زیادہ بے حرمتی سے بچا جاسکے۔

(ج) خواتین کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم خواتین ڈاکٹروں کے ذریعہ ہی کرنا ضروری ہے۔

سوم: تمام حالتوں میں پوسٹ مارٹم شدہ لاش کی تدفین شرعاً واجب ہے۔

شیخ صالح بن فوزان کو طبی تعلیم کی غرض سے بھی مسلم لاش کے پوسٹ مارٹم کے جواز سے اتفاق نہیں اور شیخ محمد بن عبداللہ السبیل حفظہ اللہ نے اس بارے میں اپنی رائے محفوظ رکھی ہے۔

بعض دیگر ارکان بھی تعلیم وامراض کی تحقیق کے لئے مسلم لاش کے پوسٹ مارٹم کے جواز کے حق میں نہیں

ہیں۔ (دیکھئے: فقہی فیصلے، اردو فقہ اکیڈمی مکہ، ص۔۱۸۴)

۵۔ تعدیہ (انفکشن) اور اسلام:

جدید طب میں انفکشن (infection) کا شمار دور حاضر کی سنگین بیماریوں میں ہوتا ہے جس سے بچاؤ کیلئے قومی سرمایہ کا اچھا خاصا پیسہ خرچ ہوتا ہے۔ اس کا باوجود حفظان صحت کے تعلق سے انفکشن کا مسئلہ دنیا کیلئے ایک ناقابل تسخیر چیلنج بنا ہوا ہے اور تمام بنی نوع کیلئے مہلک صورت حال پیدا کر رہا ہے، انفکشن کی تعریف طب جدید میں یہ کی گئی ہے کہ کسی مرض کے مادے (جراثیم) کا کسی ذی حیات کے جسم میں داخل ہو کر ترقی وافزائش نسل کرنا نیز جسم میں اسکے خلاف مدافعانہ ردعمل کا پیدا ہونا۔ (Text book of Preventive & Social medicine by: J.E. Park, (P.18)

مگر عموماً انفکشن اسی مرض کو کہا جاتا ہے جو کہ ہوا، پانی، غذا اور دیگر ذرائع سے ایک شخص سے دوسرے شخص کو لگ جاتا ہے اور اس طرح سے اس کا سلسلہ بڑھتا رہتا ہے حتی کہ بسا اوقات وہ وبائی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ طب جدید میں سب سے پہلے (Fracastoiurs) نے (Theory of Contagion) (چھوت) کا خیال ظاہر کیا جو بعد میں نظریہ تعدیہ کی بنیاد بنا مگر سچی بات یہ ہے کہ Germ Theory کے وجود میں آنے سے ہزاروں سال قبل پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ نے تعدیہ کا تصور نہ صرف پیش کیا بلکہ اس کے تعلق سے ایسی ہدایات اور حفاظتی تدابیر دنیا کے سامنے پیش کیں جن کو (Priventive & Social Medicine) تحفظاتی تدابیر کی اساس قرار دیا جاسکتا ہے۔ دراصل گزشتہ صدیوں میں مغرب نے حیرت انگیز علمی ترقی کی ہے مگر اہل سے یہ بات مخفی نہیں کہ مغرب نے مسلمانوں ہی کی علمی کاوشوں سے خوشہ چینی کی ہے، طب کے متعلق قرآن وحدیث میں واضح ہدایات موجود ہیں، تعدیہ کا نظریہ نبیؐ کی اس حدیث میں ملتا ہے ''لا یوردن ممرض علی مصح'' (بخاری کتاب الطب) جسکے اونٹ بیمار ہوں وہ ان کو پانی پلانے کیلئے اس گھاٹ پر ہرگز نہ لے جائیں جہاں کسی کے تندرس اونٹ پانی پیتے ہیں) جب جانوروں کے معاملے میں اس نظریے کو مدنظر رکھا گیا ہے تو انسانوں کے معاملے میں اس کو کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے (ملخص مجلۃ الفرقان، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء)

اسی طرح جذام بھی ایک خطرناک متعدی مرض ہے، طب جدید میں اس کے لئے (Leprosy) کی اصطلاح استعمال ہورہی ہے، اس کے لئے ایک مخصوص جرثومہ کو ذمہ دار سمجھا جاتا ہے جس کی کھوج ۱۸۷۳ء میں (Hansen) نامی سائنس دان نے کی، اس کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ''فرمن المجذوم کما تفر من الاسد'' (بخاری، کتاب الطب، باب الجذام) جذامی سے ایسے بھاگو جیسے کہ شیر سے بھاگتے ہو) ان احادیث سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ تعدیہ کا تصور آج سے چودہ سو برس قبل اسلام میں نہ صرف موجود تھا بلکہ اس کے خطرات ومضرات کا بھی پوری طرح احساس تھا۔ (حوالہ مذکور)

۶۔ کلوننگ (Cloning) کی شرعی حیثیت:

کلوننگ ایک جدید طبی و سائنسی تحقیق ہے جس کا وجود بیسویں صدی کے نصف آخر میں ہوا ہے اور یہ مسئلہ ۱۹۹۷ء میں اس وقت عالمی طور پر ابھرا' جب اسکاٹ لینڈ کے کچھ سائنس دانوں نے ایک ''بھیڑ ڈولی'' کے نام سے کلوننگ کے ذریعہ پیدا کی' جس پر پوری دنیا حیرت زدہ رہ گئی کلوننگ انگریزی لفظ ہے' اس کی اصل یونانی لفظ کلون (Klon) ہے جس کے لفظی معنی شاخ یا نوزائیدہ یا قلم کاپی کرنے کے ہیں' عربی میں اسے ''استنساخ'' کہتے ہیں' جس طرح درختوں یا نباتات میں ایک درخت کی شاخ کاٹ کر دوسرے درخت کی شاخ میں جوڑا جاتا ہے اور اس سے ایک نئی چیز وجود میں آتی ہے اسے کلون کہتے ہیں جس کی تکنیک بہت پرانی ہے یعنی دو پودوں کو ملا کر تیسرا پودا حاصل کیا جائے' بیسویں صدی کے نصف آخر سے اس عمل کا تجربہ جانوروں میں کیا گیا' ۱۹۵۱ء میں دو امریکی سائنس داں رابرٹ برگس اور تھامس کنگ نے ایک مینڈک تیار کیا' ۱۹۹۳ء میں انسانی کلوننگ کی بھی کوشش کی گئی پھر مارچ ۱۹۹۷ء میں امریکہ کی ایک یونیورسٹی اوری گون میں دو بندر کلوننگ کے ذریعہ پیدا کئے گئے ہیں' اس کیلئے مختلف طریقے اپنائے گئے جیسے: ۱۔ سب سے پہلے مونث کا انڈا ضروری ہے' اس لئے کہ صرف جنسی خلیہ میں یہ قدرت ہوتی ہے کہ وہ دوسرے خلیہ کے ساتھ آکر مل جائے اور تقسیم کا عمل شروع کر دے' جسم کے دوسرے حصہ میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی۔

۲۔ ۴۶ کروموزوم کی موجودگی لازمی ہے خواہ مذکر و مونث کے جنسی خلیوں سے ۲۳+۲۳ ملا کر ۴۶ ہوں۔

۳۔ بار آوری کے بعد رحم میں ڈالنا ضروری ہے جہاں طبعی طریقے پر مدت پوری ہونے کے بعد ولادت ہوتی ہے' حالانکہ کہ اللہ رب العالمین کا اعلان ہے " اللہ خالق کل شئی (سورہ زمر:۶۲) "الا لہ' الخلق و الامر" (الاعراف:۵۴) "لن یخلقوا ذبابا و لو اجتمعوا لہ" (حج:۷۳)

اس لئے کلوننگ کے اس عمل کو نہ تو خلق کہا جا سکتا ہے نہ ہی خلق میں شرکت۔ اسلام کا عقیدہ اپنی جگہ قائم ہے البتہ اس کے منفی اثرات زندگی کے مختلف گوشوں سے تعلق رکھتے ہیں' جس پر عمل درآمد کے بعد انسانی دنیا میں بہت نازک مسائل اقدار کے بارے میں پیدا ہوں گے' ذرائع ابلاغ میں اس کے متعلق جس طرح کی خبریں آئے دن شائع ہوتی رہتی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان نے تخلیق پر قدرت پالی ہے' جب کہ ایک مسلمان کا واضح عقیدہ ہے کہ تخلیق پر قادر صرف اللہ ہی ہے جس کا اعلان خود اس نے یوں کیا ہے کہ " أنتم تخلقونه ام نحن الخالقون" (کیا تم اس کو پید کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں) صفت خلق میں شرکت سے شرک کا گمان پیدا ہوتا ہے لیکن یہاں یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ سائنس صرف موجد ہے خالق نہیں ہے' یعنی وہ کسی راز سے صرف پردہ اٹھاتی ہے' اسی طرح اللہ کا یہ اعلان کہ "علم الانسان مالم یعلم" (سورۂ علق:۵)

دوسری طرف اللہ نے یہ بھی اعلان کیا کہ "وما اوتیتم من العلم الاقلیلا" (یعنی تمہیں جو علم ملا ہے وہ بہت کم ہے) اس موقع پر اس بات کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ علامہ ابن خلدون نے اپنی کتاب ''مقدمہ ابن خلدون'' میں جہاں علم کیمیاء پر بحث کی ہے وہاں انہوں نے یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ پیدائش کا جو فطری طریقہ ہے کیا رحم مادر سے باہر بھی کسی حیوان کا وجود ممکن ہے' یہ عجیب بحث علامہ ابن خلدون نے کی ہے جو قدیم علماء میں ہیں' وہ لکھتے ہیں کہ مرد کے مادہ منویہ اور عورت کے رحم میں موجود بیضاء کا باہم امتزاج اور پھر ان کو ایک مخصوص ماحول جو رحم مادی میں میسر ہے فراہم کر دیا جائے یعنی اگر وہی درجہ حرارت اور وہی پورا معتدل ماحول جو رحم کا ہے خارج رحم میں پیدا کیا جاسکے تو غیر عادی طریقہ سے ماں کے رحم کے باہر بھی تخلیق وجود میں آسکتی ہے چونکہ عملی سائنس اس وقت بہت کم تھی' نظریاتی تحقیق زیادہ تھی' آگے لکھتے ہیں کہ ایسا کرنا گو دشوار اور مشکل ہے لیکن بنیادی طور پر اس امکان کو انہوں نے خارج نہیں کیا ہے جسکے نتیجہ میں ٹسٹ ٹیوب بے بی اور ترقی کر کے دنیا آج کلوننگ تک پہنچ گئی ہے' فطرت الہیٰ یہ ہے کہ سبب اور مسبب کو مربوط کرنا ہے سائنس اسی رشتے کی تحقیق ہے مگر نتیجہ معلوم ہے۔ (جدید سائنسی تکنیک کلوننگ' ص:۱۰۹)

کلوننگ سے پیدا ہونے والے خطرات:

یوں تو ہر دن کا سورج اپنے ساتھ کچھ نئی چیزیں لے کر طلوع ہوتا ہے لیکن ۱۹۹۷ء میں اسی کلوننگ کے ذریعہ پیدا ہونے والی ''ڈولی بھیڑ'' نے عالم وجود میں ایک تہلکہ مچا دیا جسے اسکاٹ لینڈ کے ایک ڈاکٹر ایان ویلمٹ نے ایک چھ سالہ مادہ بھیڑ کے تھن سے نکالے گئے ایک خلیہ **(Cell)** کو دوسری مادہ بھیڑ کے جنسی انڈے میں بارآور کرنے اور پھر اسے تیسری بھیڑ کے رحم میں ڈالنے کے بعد جب ڈولی نامی بھیڑ پیدا ہوئی تو اسکاٹ لینڈ انسٹیٹیوٹ میں کام کرنے والے ڈاکٹر ویلمٹ اور ان کی ٹیم نے دعویٰ کیا کہ اسی عمل اور تکنیک کو اپنا کر انسان بھی پیدا کیا جاسکتا ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح کے نئے پیدا ہونے والے انسان کا حسب نسب کیا ہوگا' وہ کس کا بیٹا ہوگا اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے بہت سے شرعی وسماجی مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے۔ (جدید سائنس تکنیک کلوننگ' ص:۹ تا ۱۴) بنابریں نہ صرف مذہبی رہنما بلکہ سائنس داں بھی تکنیکی پہلوؤں کے سبب اور اخلاقی بنیادوں سے بہت زیادہ فکر مند ہیں کیونہ یہ سائنسی ایجاد کسی مذہب کے لئے نہیں بلکہ سماجی طور پر دنیا کے لئے ایک خطرہ بن جائے گی' اسی لئے علماء اس کو نہ صرف حرام قرار دیتے ہیں بلکہ ممکن بھی نہیں مانتے ہیں اور اگر کوئی ممکن مان بھی لے تو وہ ایسا انسان نہیں ہوگا جو عام انسانوں جیسا اور ان کی شکل وہیئت کا ہو دراصل کلوننگ فطری نظام سے متصادم ہے اور انسانی کلوننگ کے نتیجے میں انسانی معاشرہ پر جو خطرناک اثرات مرتب ہوں گے' اس کا اندازہ کر لینے کے سبب اکثر ترقی یافتہ ممالک نے اپنے یہاں انسانی کلوننگ پر قبل از وقت پابندی عائد کر دی تھی' اس لئے کلوننگ میں فوائد سے کہیں زیادہ

نقصانات مضمر ہیں۔ یہاں کلوننگ کے موجد ڈاکٹر ویلمٹ کی بات نقل کر دینا مناسب ہے۔ موصوف نے ۱۲/ مارچ ۱۹۹۲ء کو واشنگٹن میں ایک پریس کانفرنس میں اقرار کیا کہ انسانی کلوننگ تیار کرنے میں ایک خطرہ یہ بھی ہے کہ مفلوج لوگوں کی نسل بھی تیار ہو جائے گی اور یہ بلاشبہ پوری انسانیت کے لئے گناہ ہوگا' دہلی میں واقع **International Centre for genetic engineering(I.C.G.E)** کے ڈاکٹر تلوار کے مطابق کلوننگ میں کامیابی کا فیصد بہت کم ہے۔ اسکاٹ لینڈ کے ڈاکٹر ویلمٹ اوران کی ٹیم نے **277** خلیوں پر اپنے تجربات کئے تھے۔ جس میں سے صرف ایک ہی کامیاب ہوا اور وہ ڈولی نام کی بھیڑ تھی جو عام قسم کی بھیڑ سے مختلف تھی اور جس پر **75** ہزار امریکی ڈالر صرف ہوا تھا اور فائنس دوا کی برطانوی کمپنی نے **PPL** نے کیا تھا' وہ تقریباً مردہ سی تھی بے حد کمزور اور بیمار اور کچھ ہی دنوں میں گٹھیا کے مرض میں دم توڑ دیا۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو' دہلی' امنگ ۱۹ جنوری ۲۰۰۳ء) اور جب بھیڑ کی کلوننگ کامیاب نہ ہو سکی تو انسان کا تجربہ کیسے کامیاب ہوگا' کلوننگ پر عقیدہ رکھنے والے لوگ یہ کیسے بھول جاتے ہیں کہ قدرت نے انسان کو ایک یا دو قطرے سے پیدا کیا۔ جس کو دنیا ہزاروں سال سے جانتی ہے اگر واقعی سائنسداں اور اطباء کوئی کارنامہ انجام دینا چاہتے ہیں تو بھیڑ سے انسان پیدا کر دیں یا لوہے سے کوٹ کر انسان بنائیں جو انسان ہی کی طرح چلے پھرے لیکن ایسا اب تک عمل میں نہیں آیا ہے اور نہ ہی اسکا امکان ہے۔

ذرائع ابلاغ نے یہ خبر دی کہ حوا نامی بچی کلوننگ کے ذریعہ پیدا ہوئی لیکن وہ بھی زیادہ دنوں تک باقی نہ رہ سکی' سائنس میں اس کی پیدائش کے موضوع کو لے کر سرد بحث جاری ہے کچھ کا کہنا ہے کہ حوا ایک حقیقت ہے تو آنے والے دنوں میں اسکے برے نتائج برآمد ہوں گے' انکے کہنے کے مطابق حوا وقت سے پہلے سن شباب کو پہنچ جائیگی کیونکہ پیدا ہوتے وقت اسکی عمر **21** سال تھی' کچھ کا کہنا ہے کہ ''ڈولی'' کی طرح حوا پر بھی وقت بے رحمی سے اثر دکھائے گا' اگر وہ کلوننگ ہے تو نہ صرف اسکی زندگی کم ہوگی بلکہ وہ وقت سے پہلے بوڑھی ہو جائیگی۔ (ماہنامہ رفیق منزل' دہلی' فروری ۲۰۰۳)

اس طرح کلوننگ کائنات سے مختلف رنگ و روپ کو مٹا دینا چاہتی ہے' رب کائنات نے تو انسانوں کو مختلف رنگ و روپ میں پیدا کیا ہے۔ لیکن سائنس داں انہیں ایک ہی انداز و ہیئت میں ڈھالنے کے دعویدار ہیں۔ جسکے سبب انسانی زندگی اور اجتماعی و انفرادی معاملات میں مفاسد کا پیدا ہونا یقینی ہے' چنانچہ اگر ایک عورت کے شوہر کا دوسرا کوئی ہم شکل مرد ایک ہی جگہ موجود ہو تو وہ اپنا شوہر کس کو تسلیم کریگی؟ غرض کلوننگ سے پیدا ہونے والی دشواریاں اور پیچیدگیاں بہت زیادہ ہیں جن کی تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں' یہاں چند مفاسد اور خطرات کا ذکر اجمالاً کیا جاتا ہے:

۱۔ اس طریقے کی بیشتر پیدائش میں نقص ہوگا' بسا اوقات سارے ناقص الخلقت ہوں گے۔

۲۔ رشتے اور خاندان کا نظام تہ و بالا اور ٹوٹ پھوٹ جائے گا' جس سے قرابت' میراث اور نسب کی دشواریاں جنم

لیں گی۔

۳۔ پیدا ہونے والا بچہ والدین اور انکی شفقت سے محروم رہے گا اور مستقل نفسیاتی مشکلات سے دوچار رہے گا۔

۴۔ جس کے خلیہ سے بچہ کی نقل تیار ہوگی' اس کا وہ لڑکا ہوگا یا بھائی یا جس کے بطن سے جنم لے گا وہ عورت اس کی کیا ہوگی؟

۵۔ بڑے بڑے جرائم پیشہ افراد جنم لے کر دنیا میں تہلکہ مچا دیں گے۔

۶۔ دوسرے ظالم و مجرم کی موت سے انسانیت کو نجات نہیں ملے گی۔

۷۔ پیدا ہونے والے کی کیا قانونی حیثیت ہوگی؟

کلوننگ اور شرعی نقطہ نظر:

اسلام ہر چیز میں اپنا ایک واضح نقطہ نظر رکھتا ہے' چنانچہ جو چیز حرام ہے اس سے وہ مکمل طور سے بچنے کی تاکید کرتا ہے' اگر حلت و حرمت واضح نہ ہو تو اس سے بھی احتیاط ضروری ہے۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی متفق علیہ روایت ہے

الحلال بین و الحرام بین و ینهما المنستبهات لایعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبهات فقد استبرأ لادینه" (متفق علیہ)

اس لئے علمائے اسلام اس باب میں نہایت متردد ہیں' اس موضوع پر طبی تنظیم کویت اور فقہ اکیڈمی جدہ نے مراکش میں مشترکہ سیمنار کیا' جس میں یہ فیصلہ کیا کہ مرد و عورت کے ازدواجی تعلق کے اندر کسی بھی تیسرے فریق کی شمولیت بہرصورت حرام ہے' خواہ مادۂ منویہ کی شکل میں ہو' خواہ انڈا یا رحم کی شکل میں ہو۔

کلوننگ کا مسئلہ شریعت کی نگاہ میں متعدد وجوہ سے قابل اعتراض ہے اور یہ بات واضح ہے کہ دین واخلاق سے بے پرواہ ہوکر محض سائنس و تحقیق کی بناء پر جو نتائج ظہور پذیر ہوں گے' وہ دین کی بنیادوں پر فٹ نہیں ہوسکیں گے' جس طرح ایٹمی ایجاد سے دنیائے انسانیت تباہ و برباد ہے اسی طرح سائنسی تحقیق سے ازدواجی تعلقات کا احترام ختم ہوکر ناجائز جنسی تعلق کا دروازہ کھل جائے گا جو اسلام کی نظر میں صریحاً حرام ہے۔ کلوننگ میں جہاں یہ اصول ٹوٹ کر رہ جاتا ہے وہیں خاندانی رشتہ و قرابت کا نظام بھی درہم برہم ہو جاتا ہے۔ ان ہی امور کے پیش نظر علماء دین نے کلوننگ کی مکمل نفی و تردید کی ہے' معروف اسلامی اسکالر زڈاکٹر یوسف القرضاوی نے تین بنیادوں پر کلوننگ کو حرام قرار دیا ہے:

۱۔ پہلی بنیاد یہ ہے کہ اللہ نے لوگوں میں امتیاز فرق رکھا ہے" وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالاَنعَامِ مُختَلِفٌ اَلوَانُه" (فاطر:۲۷) یہ امتیاز کلوننگ میں ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو جوڑے جوڑے پیدا کیا ہے "وَخلقنا کم ازواجاً۔ (النبا:۸)

۳۔ تیسری چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرہ میں اس خاندان کو معیار و بنیاد بنایا ہے، جس کے زیر سایہ بچہ پرورش پاتا ہے اور یہ خاندانی نظام کلوننگ میں فنا ہو جاتا ہے۔

تصویر کا دوسرا پہلو:

فقہی و شرعی نقطہ نظر سے قطع نظر اس کا دوسرا پہلو بھی قابل غور ہے۔ کہ کلوننگ کی مخالفت کے باوجود ایک طبقہ کا کہنا ہے کہ اسلام میں ایسی کسی تحقیق کی ہمت افزائی سرے سے ممنوع نہیں ہے، مدرسہ ہو یا مٹھ، مسجد ہو یا مندر، چرچ ہو یا کلیسا یا سیاسی منتظمین، یہ سب وقتی و ذاتی مفاد کی خاطر چیخ پڑتے ہیں، انسان نے چاند پر قدم رکھا تو یہ چیخے، ضبطِ تولید اور اعضا، کی پیوندکاری کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے، غرض ہر نئی چیز پر ہنگامہ برپا کرنا ان کا شیوہ ہے، ٹیوب بے بی کو بھی حرام قرار دیا تاہم بہت سی نئی ایجادات پر یہ زیادہ برہم نہیں ہوئے مثلاً جہاز کا ہواؤں میں اڑنا اور خلاؤں کی تسخیر، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ وغیرہ، گو فطرت کے مظاہر نہیں لیکن دینی طبقہ ان کے خلاف اس قدر شدت سے صف آراء نہیں ہوا جتنا کلوننگ کے خلاف ہے۔ ہمارے خیال میں کلوننگ کے مخالفین کی یہ دلیلیں بجا ہیں:

۱۔ انسانی کلوننگ سے انسان کی عزت و شرف کو بٹہ لگتا ہے اور اس کی توہین ہوتی ہے۔

۲۔ کلوننگ سے انسان پیدا کرنا فطری اصول وافزائش کے خلاف اور کھلم کھلا اللہ سے بغاوت ہے۔

۳۔ کلون شدہ افراد سماج میں احساس کمتری کے شکار رہیں گے ان کے حقیقی ماں باپ کا پتہ نہیں رہے گا۔

۴۔ کلوننگ کو مفاد پرست عناصر اپنے غلط مقاصد کے استعمال کا ذریعہ بنائیں گے۔

۵۔ اس سے سماج میں عدم مساوات کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوگا۔

اسی بنا پر رابطہ عالم اسلامی مکہ کی فقہ اکیڈمی نے کلوننگ کو سرے سے حرام قرار دیا ہے اور اس پر مکمل پابندی کا مطالبہ کیا ہے۔ (فقہی فیصلے: رابطہ عالم اسلامی، مکہ)

۷۔ ضبط ولادت یا منع حمل کا شرعی حکم:

ضبط ولادت یا انگریزی میں (Faimly Planning) یا (birth control) کی حوصلہ افزائی اور زور شور سے اہل مغرب یہ کہہ کر اشاعت کرتے ہیں کہ اس سے انسان پر بچوں کی پیدائش کا بوجھ کم پڑے گا۔ شرح پیدائش کم کرنے یا بچے کے عالم وجود میں آنے سے پہلے اس کو روک دینے کیلئے مختلف دوائیں، انجکشن یا نرودھ، کنڈوم یا آپریشن اور مختلف خارجی تدبیریں ایجاد کر لی گئی ہیں اور ان کی پوری تشہیر کی جارہی ہے۔

دورِ نبویؐ میں یعنی صدر اسلام میں منع حمل کا سب سے معروف طریقہ ''عزل'' کا تھا، صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے ''کنا نعزل والقرآن ینزل'' (ہم عزل کرتے تھے جبکہ قرآن کا نزول جاری تھا) اس کے

علاوہ اور بھی بعض روایتوں سے عزل کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ (بخاری کتاب النکاح' باب العزل) اس کے مقابلے میں دوسری احادیث سے اس فعل کی حرمت وممانعت ظاہر ہوتی ہے' چنانچہ عزل کے متعلق آپؐ سے پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا''یہ چھوٹے پیمانے پر زندہ درگور کرنے کے برابر ہے'' علامہ ابن تیمیہؒ سے بھی منع حمل کے متعلق فتویٰ دریافت کیا گیا تو فرمایا"اما جواز ذلک ففیہ نزاع بین العلماء و الا حوط انہ لا یفعل و اللہ اعلم" (فتاویٰ ابن تیمیہ:۲۳/۲۷۱) عزل کے جواز میں علماء کے مابین اختلاف ہے محتاط طریقہ یہ ہے کہ نہ کیا جائے۔

اٹھارہویں صدی کے اواخر میں اس کی تحریک زور پکڑ چکی تھی' سب سے پہلے یہ نعرہ (T.R.Malthus) ٹی۔آر۔میتھو نے لگایا کہ روئے زمین پر سکونت و معاش کے وسائل بہت محدود ہیں' جب کہ نسل انسانی کی افزائش لامحدود ہے' اگر اضافے کا یہ تسلسل جاری رہا تو چند برسوں میں زمین تنگ ہو جائے گی اور فقر ومحتاجی بڑھ جائے گی' اس لئے نسبندی ضروری ہے' پھر انیسویں صدی کے اخیر میں یہ تحریک جرمنی وفرانس پہنچی اور وہاں سے لندن ہوتے ہندوستان پہنچی' اس کے بعد روز بروز اس کا زور بڑھتا گیا' عموماً کسی تحریک کی کامیابی کے لئے کچھ جھوٹے اور دل فریب نعرے گڑھے جاتے ہیں' اس کے لئے بھی اقتصادی بہتری اور معیار زندگی کو بلند کرنے کا نعرہ ایجاد ہوا' جبکہ ضبط تولید کا عمل طبی نقطہ نظر سے بہت سے جسمانی عوارض اور سماجی نقصانات کا باعث بنتا ہے' مردوں میں آتشک وسوزاک جیسے امراض خبیثہ کے ساتھ نامردی بھی آجاتی ہے اور عورتوں میں بہ قول ڈاکٹر میری اسکارلب (چالیس سالہ تجربہ) عصبی کمزوری' پژمردگی' شگفتگی کا فقدان' چڑچڑاپن' اشتعال انگیزی' بے خوابی' دوران خون کی کمی' ایام ماہ واری کی بے قاعدگی جیسے امراض خبیثہ جنم لیتے ہیں جو نسل کشی کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اولاد جیسی نعمت سے انسان محروم ہو جاتا ہے' جو میاں بیوی کو آپس میں مل کر رہنے پر مجبور کرتے ہیں' اور جب اولاد نہ ہو تو مل کر رہنا مشکل ہو جاتا ہے' اس سے ازدواجی تعلقات سرد اور زنا کے دروازے کھل جاتے ہیں' جس سے معاشرہ اخلاقی انحطاط وزوال کا شکار ہو جاتا ہے' اس کے برعکس اسلام نے افزائش نسل کی ترغیب دی ہے' اللہ کا فرمان ہے"فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع (النساء:۳) (تم زیادہ محبت کرنے والی اور بچہ پیدا کرنے والی عورتوں سے شادی کرو تو میں تمہاری کثرت سے دوسری قوموں پر فخر کروں گا)

ظاہر ہے کہ برتھ کنٹرول یا ضبط ولادت سے یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے کہ' جہاں تک خرچ وکفالت کے بوجھ کم کرنے کا مسئلہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ذمہ داری خود لے لی ہے اور فرمایا"وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا یعلم مستودعھا و مستقرھا" (ہود:٦) روزی دینے کا وعدہ اللہ نے کیا ہے اور فرمایا "لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم و ایاکم" (بنی اسرائیل:۳۱) (مفلسی کے ڈر سے اپنی

اولاد کو قتل نہ کرو ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں)

اللہ تعالیٰ نے خالص نظام ربوبیت کے تحت پرورش اور رزق کو اپنی ذمہ داری قرار دیا ہے اور کسی کو اس میں مداخلت کا حکم نہیں دیا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ ضبط ولادت بغیر کسی عذر کے شرعی و اخلاقی' سماجی و جسمانی ہر اعتبار سے نہ صرف نقصان دہ ہے بلکہ فعل حرام ہے' جس کی تردید کتاب وسنت میں موجود ہے اور خود اہل مغرب کو جب لمبے تجربے کے بعد اس عظیم نقصان کا اندازہ ہوا تو ۱۹۰۶ء میں ایک نیشنل برتھ ریٹ مقرر کیا اور رپورٹ میں کہا کہ برطانیہ کو اپنی شرح پیدائش کی کمی پر سخت تشویش ہے' اس کو روکنے کی حتی الوسع کوشش کرنی چاہیے' اسی طرح فرانس نے ضبط ولادت کو قانوناً ممنوع قرار دیا اور بچہ پیدا کرنے والے خاندانوں کو مالی امداد دی جانے لگی' ایک نازی اخبار نے لکھا کہ ہماری شرح پیدائش کی کمی سے خطرہ ہے کہ ایک وقت آئے گا جب ہماری قوم بانجھ ہو جائے گی۔ (اسلام اور ضبط ولادت' ص: ۲۴)

یورپ کے ممالک اس خطرناک کمی سے لے پالک اور دوسرے لوگوں کے کم سن بچوں کو قبل از ولادت خریدنے پر مجبور ہو گئے حتیٰ کہ یورپ واٹلی میں بچوں کا مستقل کاروبار شروع ہو گیا' (سہ روزہ دعوت' دہلی یکم دسمبر ۱۹۸۸) اس کے علاوہ برتھ کنٹرول کے پیچھے مغربی ملکوں کا یہ جذبہ ومقصد بھی کارفرما تھا کہ اپنی تعداد بڑھا کر اور مسلم ملکوں کی تعداد کم کر کے ان کو اپنا غلام بنائیں۔

رابطہ کی فقہ اکیڈمی کا فیصلہ:

رابطہ عالم اسلامی' مکہ کی فقہ اکیڈمی نے ضبط ولادت پر اپنا یہ فیصلہ صادر کیا' اسلامی شریعت نسل انسانی کے اضافے کی ترغیب دیتی ہے۔ اس کی بابت قرآن مجید وحدیث رسولؐ میں متعدد ہدایات دی گئی ہیں' ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ضبط تولید یا منع حمل اللہ کی بنائی ہوئی فطرت انسانی کے خلاف اور شریعت اسلامی سے غیر ہم آہنگ ہے' برتھ کنٹرول یا منع حمل کے علم برداروں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان خاص کر عرب اقوام اور کمزور قبائل کی تعداد میں کمی کرائیں تاکہ ان کے ممالک کو اپنی کالونی اور وہاں کے باشندوں کو اپنا غلام بنا کر اسلامی ممالک کی نعمتوں اور قدرتی ذخائر سے فائدہ اٹھائیں' دوسری جانب یہ عمل اللہ تعالیٰ سے ایک طرح کی بدگمانی اور جاہلانہ فعل ہے۔ ان امور کے پیش نظر رابطہ نے اپنے مذکورہ فقہی اجلاس میں بالاتفاق طے کیا کہ برتھ کنٹرول یا ضبط تولید مطلق جائز نہیں اور فقر کے خوف سے بھی منع حمل جائز نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی رازق اور زبردست قوت کا مالک ہے' البتہ انفرادی طور پر اگر ضرر کا خطرہ ہو تو اس صورت میں جواز کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ مثلاً کسی عورت کو معتاد طریقہ پر ولادت (Normal Delivery) نہیں ہو رہی ہے اور آپریشن ناگزیر ہو تو اسقاط حمل کو روکنے یا اسے موخر کرنے والے اسباب اختیار کرنا جائز ہے' اسی طرح اگر قابل اعتماد مسلم ڈاکٹر کی رائے میں استقرار حمل کی صورت میں جان کو یقینی خطرہ لاحق ہو تو ایسی صورت میں منع حمل کی

صورت اختیار کرنا ہی متعین ہو جاتا ہے۔(ذمہ داران وارکان کے دستخط، فقہی فیصلے :۲۳ تا ۳۰ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ، ص:۵۹، ناشر فقہ اکیڈمی ۲۰۰۱ء)

۸۔ اعضاء کی پیوند کاری:

کسی ایک انسان کے بعض اعضا کو دوسرے ضرورت مند انسان کے اندر پیوند کر دینا بھی جدید طبی ایجاد اور اس کا بڑا کارنامہ ہے۔لیکن اس میں علماء کا شدید اختلاف ہے کیونکہ کسی انسان کا عضو اس کے جسم سے علیحدہ کرنے کو مثلہ کہا جاتا ہے جو بالاتفاق حرام ہے، یہی علامہ ابن تیمیہؒ کا بھی فتویٰ ہے۔(فتاویٰ ابن تیمیہ:۳۱۴/۲۸)

رہا یہ مسئلہ کہ انسانی لاش سے انتفاع پیوند کاری کے لئے جائز ہے کہ نہیں تو اس کی جزئیات وتفصیلات بہت زیادہ ہیں تاہم یہ بات مسلم ہے کہ انسان کا پورا جسم اللہ کی ایک امانت ہے جس کے متعلق وہ رب کے حضور جواب دہ ہے، اللہ کا ارشاد ہے"ان السمع و البصر و الفواد کل اولئک کان عنه مسئولا (بنی اسرائیل:۳۶) بیشک کان اور آنکھ اور دل میں سے ہر ایک کے بارے میں پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

مذکورہ چیزوں میں انسان اسی حد تک تصرف کر سکتا ہے جس حد تک شریعت نے اسے اجازت دی ہے، رہا انسان کی لاش سے انتفاع کا مسئلہ تو کتاب وسنت میں اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں ملتی، انسان کی لاش کو احترام سے دفنانے کی ترغیب اسلام نے شروع ہی سے دی ہے۔جب ہابیل کو قتل کرنے کے بعد قابیل کو دفنانے کا طریقہ معلوم نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا جس کا ذکر قرآن میں یوں کیا۔فبعث الله غرابا یبحث فی الارض لیریه کیف یواری سوءة اخیة" (المائدہ:۳۱) (اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش کو چھپادے) اس سے انسانی لاش کا محترم ہونا بالکل واضح ہے۔

اگر انسانی اعضاء دل، گردہ، آنکھ وغیرہ کی فروخت ہونے لگے تو پھر انسان بکاؤ مال بن جائے گا جس میں انتفاع سے زیادہ مضرت کا پہلو غالب ہے۔

البتہ خون کی نوعیت دوسری ہے، یہ اضطراری حالت میں دینا جائز ہے کیونکہ خون کوئی انسانی عضو نہیں بلکہ وہ جسم میں پیدا ہوتا رہتا ہے جو نکالے ہوئے خون کی تلافی کر دیتا ہے لیکن اعضائے انسانی آنکھ اور گردہ وغیرہ اگر نکال دیئے جائیں تو نئی آنکھ یا نیا گردہ پیدا نہیں ہوتا۔(جدید فقہی مباحث، ص:۱۹۱۔۱۹۵، مضمون شمس پیرزادہ، ممبئی)

۹۔ ایکسرے، سونوگرافی، سٹی اسکین:

اس موقع پر طب جدید کی ایجادات میں ایکسرے، سونوگرافی اور سٹی اسکین بھی قابل ذکر ہیں، ان کے ذریعہ داخلی امراض کا پتہ لگا کر اب ان کا علاج کرنا آسان ہو گیا ہے۔یہ ایک اچھی پیش رفت اور قابل قدر کوشش ہے، جن

سائنس دانوں نے ایسے باریک آلات ایجاد کئے یقیناً وہ تمام مریضوں کے شکریے کے مستحق ہیں کیونکہ جن داخلی امراض کے علاج کے لئے ڈاکٹر اور مریض دونوں کو طویل اور دشوار مراحل سے گزرنا اور اندھیرے میں تیر چلانا پڑتا تھا' آج ان کی شناخت ایکسرے' سونوگرافی اور سٹی اسکین کے ذریعہ آسان ہوگئی ہے اور اب ڈاکٹر علی وجہ البصیرت علاج کرتا ہے' جس سے مریض باذن اللہ جلد شفایاب ہوجاتا ہے' اسلام ایسی کوششوں کی مخالفت نہیں کرتا جو انسانیت کیلئے مفید ہوں بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے' لیکن ان میں جہاں یہ مثبت اور مفید پہلو ہیں' وہاں ان جدید ایجادات کے مضر پہلو بھی ہیں جن کی اجازت اسلام نہیں دیتا اور وہ یہ ہے کہ سونوگرافی اور سٹی اسکین کے ذریعہ رحم مادر میں پلنے والے بچے کا پتہ قبل از ولادت لگالیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ معلوم ہونے پر کہ رحم مادر میں بچی ہے تو اکثر والدین آنکھ کھولنے سے پہلے ہی اس کا گلا گھونٹ دیتے ہیں اور اسقاط حمل یا دواؤں کے ذریعہ اسے ختم کردیتے ہیں۔ یہ نازیبا حرکت قدرت کی حکمت ومصلحت کے صریحاً خلاف ہے۔ اس کی اسلام نہ صرف مخالفت کرتا ہے بلکہ اس کے مرتکب پر حد وتعزیر عائد کرتا ہے۔ اس کے نزدیک بیٹا اور بیٹی دونوں اللہ کی نعمت ہیں۔

بیٹیوں کے قتل کا یہ کام اہل عرب دور جاہلیت میں رسوائی کے خوف سے پیدائش کے بعد کرتے تھے جس کا ذکر قرآن نے ان لفظوں میں کیا ہے۔ "واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ مسودا وھو کظیم" (النحل: ۵۸) (ان میں سے جب کسی کو لڑکی کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے) لیکن آج کے والدین ان اہل عرب سے بھی زیادہ ظالم ہیں جو پیدائش سے پہلے ہی اس کا گلا گھونٹ دیتے ہیں۔ یہ سائنس اور جدید طب کا اپنے حدود سے تجاوز ہے' اسی لئے بعض حکومتوں نے سٹی اسکین اور سونوگرافی یا M.R.I پر پابندی بلکہ سزا وتعزیر مقرر کردی ہے۔

۱۰۔ **لیب (Lab)**　اسی طب جدید کی دین لیب (کیمیائی تجربہ گاہ) ہے' چنانچہ آج انسان کے جسم میں جو بھی بیماری پائی جاتی ہے' اس کے علاج کا انحصار اسی لیب کی جانچ پر ہوتا ہے۔ جب کہ پہلے حکما نبض کے ذریعہ مرض کی تشخیص کرتے تھے' جسے آج جدید سائنس وطب نے زیادہ آسان کردیا ہے۔ اب اسی کے ذریعہ ڈاکٹر مرض کی تشخیص کرتا ہے' مثلاً انفکشکن خون میں ہو یا پیشاب میں تو اس کی سب سے پہلے کلچر پلیٹ کرتا ہے' پھر وہ یہ پتہ لگاتا ہے کہ وہ کس پلیٹ پر (Grow) کرتا ہے' پھر اسے دوسرے پلیٹ میں (Sencitivety) سے پتہ لگاتا ہے کہ کون سی دوا اس مرض کے لئے زیادہ کارگر ہوگی' پھر اس کی روشنی میں ڈاکٹر مریض کی دوا لکھتا ہے' اسی طرح لیب مرض کی تشخیص میں جدید طبی ایجاد میں فعال کردار ادا کرتا ہے جو اسلام کی نظر میں محمود وقابل ستائش ہے۔

سلسلہ خطبات جمعہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اطاعتِ رسولؐ کے انقلابی اثرات

نحمده ونصلي على رسوله الكريم اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم۔ وعدالله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدّلنهم من بعد خوفهم امنا يعبدونني لايشركون بي شيأ ومن كفربعد ذالك فاولئك هم الفاسقون۔ (سورة نور آيت ٥٥)

ترجمہ: اللہ نے تم میں سے جولوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں وعدہ کرلیا ہے کہ ان کو البتہ ملک میں اس طرح حاکم بنادیں گے جس طرح حاکم بنایا پہلے لوگوں کو اور ان کے لئے اس دین کو جو ان کیلئے پسند کر دیا جمادیں گے۔ اور ان کے خوف کے بدلے ان کو (اللہ) امن دے گا (یہ لوگ) میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ اس کے بعد جولوگ ناشکری کریں گے پس وہی لوگ نافرمان ہونگے۔

توحیدِ خالص کی برکات:

معزز حضرات! اسی آیت کے بیان کے سلسلہ میں گزشتہ جمعات کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے عرض ہے کہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان گویا ایک قسم کا معاہدہ وعہد و پیمان ہوا کہ اللہ نے فرمایا اے بندے تو میرا ہو جا' مجھے وحدہ لا شریک دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مان لے۔ اگر کچھ مانگنا ہے مجھ سے مانگ۔ میں مالک الملک ہوں عزت وذلت دینا میرے قبضہ قدرت میں ہے۔ روٹی' کپڑا اور مکان کے حصول کے لئے انسانوں کے قدموں اور چوکھٹ پر پریشانی رگڑنے کی بجائے مجھے رازق و خالق مالک تسلیم کرکے میرے سامنے سر تسلیم کو خم کردو۔ دنیاوی مناصب وعہدوں کے لئے دربدر ٹھوکریں کھانے اور ذلت رسوائی برداشت کرنے کی بجائے مجھے مالک الملوک اور مالک الملک مان لے' میرے علاوہ اور کسی فرد' جماعت اور قوم سے اپنی پریشانیوں اور مشکلات کے ازالہ کی توقعات آرزو وخواہش رکھ کر اپنی عزت نفس دین وایمان کو قربان کرنے کی جگہ صرف مجھ سے توقعات وخواہشات وابستہ کردو۔ میرے ہاں سب کچھ موجود ہے تو میرا ہو جا۔ صرف زبانی کلامی نہیں قلب وجان اور اپنے اعمال وکردار سے مجھے رب العالمین اور مالک حقیقی سمجھ لو۔ پھر آخرت تو ہے ہی تمہاری۔ دنیا اور اس کے اسباب و وسائل کے تمہارے

قدموں میں ڈھیر ہی ڈھیر لگ جائیں گے۔

رحمتِ پروردگار کی وسعتیں:

وہ ذات باری تو مانگنے پر خوش ہوتا ہے تو بے نیاز مت بن' ناامیدی اور مایوسی کو اپنے قریب تک نہ آنے دو۔ اس کی تجلیات تو ہر رات آسمان دنیا پر اتر کر اعلانات کرتی ہے کہ:

انا الرازق من ذی الذی لیسترزقنی ۔میں رزق دینے والا ہوں' کوئی ہے رزق کا طلبگار جو مجھ سے رزق مانگ لے۔

انا الغافر من ذالذی لیستغفرنی ۔میں بخشنے والا ہوں' کوئی ہے جو اپنے گناہوں کے مغفرت کا طلب گار ہو۔رزق دینے والا میں ہوں' کوئی ہے (جس کے رزق میں کمی ہو) مجھ سے رزق طلب کرلے' یعنی ہر قسم کی جائز مشکل کی شکایت کرنے والا ہے۔جس کو مشکل سے نجات دے دوں۔ جب سچی طلب نہ ہو تو پھر یہ شکایت کیوں کہ امت اور ہم مصائب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ایسی قوم کا مقدر تو بطور مکافاتِ عمل' بے چینی و ظاہری و معنوی ذلت و درماندگی ہے ہی' سوار ہم اس گاڑی میں ہیں جس کا رخ مثلاً کراچی کی طرف ہے اور طمع و ارادہ یہ ہے کہ پشاور پہونچیں گے۔ایسا شخص اگر مجنوں نہیں تو پھر مجنوں کا اطلاق کس پر ہوگا۔

یہ کیسی آزادی ہے: دعویٰ تو رب العزت کے مالکیت اور خالق ہونے کا کرتے ہیں جبکہ اپنی مشکلات و مصائب کے ازالہ کی توقع اسلام کے دشمنوں سے کی جارہی ہے۔صاحب قاب قوسین اور گنبد خضراء میں آرام فرمانے والے رحمت عالم ﷺ کے امتی اور عاشق ہونے کا زبانی و کلامی اقرار تو بار بار ہوتا ہے جبکہ اپنا ماؤی و ملجا اور قبلہ و کعبہ اسی رحمۃ للعالمین کے بد بخت دشمنوں کو سمجھا ہوا ہے۔رگ و ریشہ میں اسلام اور مسلم امہ کی قلع قمع کی آرزو رکھنے والے سلاطین و امراء کی محبت رچی بسی ہے ان کے ڈکٹیشن اور احکامات کے بغیر ایک قدم لینا بھی ناممکن ہے ان کے منشاء اور حکم کے غلام اور تابع ہو کر بھی دعویٰ اپنے آزادی کا کر رہے ہو یہ کیسی آزادی ہے۔اس سے تو بدترین غلامی بھی بہتر ہے۔ملک اپنا' زمین اپنی' وسائل اپنے' مذہب سب سے اعلیٰ و ارفع' پیروکار ایسے دین کا جو خیر الامم' امتی ایسے پیغمبر کا جو سید الانبیاء پھر بھی ذلت و خواری' مغلوبیت و مقہوریت' کافروں وغیروں کے دست نگر' اٹھتے بیٹھتے دستِ سوال پھیلا کر صبح و شام حبیب کبریا صلعم سے عداوت کرنے والوں کی قصدہ خوانی' اس کی وجہ اور سبب ایک اور صرف ایک ہے کہ مسلمان من حیث الامہ اللہ سے کئے ہوئے وعدے سے انحراف کرنے کے مرتکب ہورہے ہیں۔ جب ہم اللہ و رسول سے کئے ہوئے وعدہ پر ثابت قدم ہ کر دشمن کے سامنے ڈٹ جائیں' حضور کی سیرت طیبہ اور اسلام کے پاکیزہ دستورِ حیات کو مشعل راہ بنائیں پھر اقتدار بھی مسلمانوں کا عزت و دبدبہ بھی انکا' زمین و آسمان اور کائنات کی تمام اشیاء و اسباب انکے مطیع و مددگار بن جائیں گے

سراج منیر کی آمد:

جزیرۃ العرب کے وہی جاہل اوران پڑھ بدو جن کو شراب نوشی' بداخلاقی' سودخوری' قتل وقتال لوٹ کھسوٹ'

عیاری مکاری، سنگدلی، خرمستی اور بے رحمی جیسے گناہوں سے سکون حاصل ہوتا۔ سراج منیر رحمۃ للعالمین کی امید سے دنیا کی نئی تاریخ اور انسانیت کی از نو تشکیل کا مرحلہ شروع ہوا۔ انہی راہ حق سے بھٹکے ہوئے جاہل لوگوں کو نئی زندگی، نیا ایمان، نیا یقین اور معاشرہ عطا ہوا۔ بڑے بڑے آزمائشوں اور مصیبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے ان کے ایمان میں مزید پختگی اور یقین واذعان بڑھتا رہا۔ خلاصہ یہ کہ اپنا سب کچھ حضور کے قدموں میں ڈال کر دل سے فیصلہ کرلیا کہ ہمارے تمام اعمال وکردار اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے مرضیات اور احکامات کے تابع ہوں گے۔ بس پھر کیا تھا، نفسانیت کا خاتمہ ہوا، نہ دنیاوی تکلیف سے گھبراہٹ رہی نہ فقر وفاقہ انکو صراط مستقیم سے ہٹا سکا وحدہ لاشریک کے سچے اور پکے بندے بن کر عدل وانصاف کے علمبردار بن گئے۔ اللہ کے ماسوا کسی اور ظالم وجابر سے ڈرنے کا تصور ہی مٹ گیا۔ ان کے طبائع اور اخلاق میں اس عظیم انقلاب کے صلہ میں مالک لم یزل نے بطور اعزاز واکرام اور ایفائے عہد ساری دنیا کو ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیا حتیٰ کہ میدان جنگ میں جب ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا فرشتے بھی ان کی مدد کے لئے پہونچ جاتے۔

تیسرے آسمان کی فوجی امداد

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قال بينما رجل من المسلمين يومئذ يشتد في اثر رجل من المشركين امامه اذا سمع ضربة بالسوط فوقه وصوت الفارس يقول اقدم حيزوم اذنظر الى المشرك امامه، خر مستلقياً فنظر اليه فاذاهو قدحطم انفه وشق وجهه كضربة السوط فاخضر ذلك اجمع فجاء الانصاري فحدث رسول الله ﷺ فقال صدقت ذالك من مدد السماء الثالثه فقتلوا يومئذ سبعين واسروسبعين (رواة مسلم)

''جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جس دن (یعنی جنگ بدر میں) ایک مسلمان ایک کافر کے تعاقب میں تھا جو اس کے آگے بھاگ رہا تھا (اور مسلمان اس کے قتل کے لئے اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا) اس مسلمان نے اچانک اس کافر پر پڑتے ہوئے درے یا چابک کی آواز سنی اس کے بعد ایک گھڑسوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ حیزوم اقدام کر۔ اس مسلمان کے آگے دوڑتے ہوئے کافر پر نظر پڑی کہ وہ زمین پر چت پڑا ہوا ہے اور دیکھا کہ اس کافر کی ناک پر نشان پڑا تھا، منہ پھٹا ہوا تھا جو درے کی مارنے کی علامت تھی اور جس جگہ درے کا وار ہوا تھا وہ تمام جگہ سبز وسیاہ ہوچکی تھی۔ اور ناک کا وہ حصہ جس پر درے کا وار ہوا تھا وہ بھی نیلا رنگ اختیار کر گیا تھا۔ اس کے بعد وہ مسلمان انصاری حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ آپ صلعم نے قصہ سن کر فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے وہ فرشتہ جس نے اس مشرک کو ہلاک کر دیا۔ (اللہ کی طرف سے) تیسرے آسمان کی فوجی امداد کا فرشتہ تھا۔

صحابہ کرام اور تشکر و امتنان:

صحابہ کرام نے صحیح مسلمان کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنے مالک رب العالمین کے سامنے سجدہ ریز ہوئے‘ صرف ظاہری اعضا جیسے ہاتھ پیر پیشانی ناک نہیں بلکہ اپنے روح و تصورات کو بھی اسکے حضور حقیرانہ انداز میں جھکا دیا۔ رات کو عبادت‘ ذکر‘ تہجد میں مصروف رہے دن کو مخلوق خدا کی خدمت‘ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر مجاہدانہ کردار کی ادائیگی کے لئے میدان معرکہ میں سر بکف تیار رہتے‘ تبلیغ و اشاعتِ دین میں مصروف رہنا تو ان کا مزاج بن گیا‘ ان کا یہی وہ انداز شکر اور ادا تھی جو رب العزت اور پیغمبر کی طرف سے مطلوب تھی۔ ارشاد باری ہے لئن شکرتم لازیدنکم ’’اگر تم میرا شکر نعمت پر ادا کرو گے میں نعمتوں میں اور اضافہ کروں گا‘‘ پر عمل کرتے ہوئے ہر حالت میں رب کے شکر گزار رہے‘ پھر رب تعالیٰ کے شان کریمانہ کا مظاہرہ اور ازدیاد نعمت کا وعدہ پورا کرتے ہوئے اپنی رحمتوں اور نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے۔ زمینی مخلوق تو کیا آسمانی مخلوق فرشتے بھی ان کی امداد کے لئے پہونچ جاتے۔ جنگ بدر میں حضرت جبرئیل بھی اللہ کے حکم سے مسلمانوں کو فتح اور کامیابی سے ہمکنار کرنے اور کفار کو شکست دینے کے لئے بطور معاون پہونچ گئے۔

عن ابن عباس ان النبی صلعم قال یوم بدر ھذا جبرئیل آخذ بر اس فرسہ علیہ اداۃ الحرب (رواہ البخاری) ’’ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور نے جنگ بدر کے موقع پر فرمایا یہ جبرئیل ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہیں اور آلات جنگ اٹھائے ہوئے ہیں۔‘‘

اللہ کی نصرت کب ہوگی: ان کا یقین کامل تھا کہ عزت و ذلت کے جملہ اسباب ذات باری کے قبضہ قدرت میں ہیں اس کے علاوہ نہ کوئی ذلیل کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور نہ اس کی مرضی کے بغیر کسی کو اقتدار کے مسند پر بٹھا سکتا ہے۔ جب مسلمانوں نے اللہ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کر دکھایا۔ پھر کیا تھا‘ رزق میں بھی اضافہ‘ اقتدار بھی ان کا‘ عزت اور عظمت بھی ان کی مقدر‘ قیصر و کسریٰ بھی ان کے قدموں کے نیچے‘ سونے اور چاندی کے ڈھیروں اور چمک میں پلنے والے کافر بادشاہوں کی بیویاں‘ بیٹیاں ان کی گھروں میں کنیزیں اور خدمت گاروں کی حیثیت سے مصروف تھیں‘ قیصر و کسریٰ کے لاکھوں کروڑوں دراہم سے مزین تاج مسلمانوں کے گلیوں میں کھلونے بن کر از راہ حقارت مسلمان اور ان کے بچے سروں پر رکھنے کے بجائے قدموں سے روندتے رہے‘ قربان جایئے اللہ اور اس کے وعدوں سے جو وعدہ فرمایا اسے ایسے انداز میں پورا فرمایا جس کا تصور میں بھی احاطہ کرنا مشکل ہے۔ رضائے مولیٰ کو اپنے زندگی کا مقصد اولین سمجھا تو سمندروں اور دریاؤں پر بھی ان کا حکم چلنے لگا۔

دریائے نیل نے حضرت عمرؓ کا حکم مان لیا۔

اسلام کے شمع کے پروانوں میں ایک مبارک ہستی جن کے واقعات و حالات اور کارنامے آپ حضرات مختلف موضوعات کے دوران سنتے رہتے ہیں‘ یعنی امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطابؓ جن کے بارے میں ہادی عالمؐ نے

ارشاد فرمایا: ماطلعت الشمس علی رجل خیر من عمر (رواہ الترمذی)

ترجمہ: (ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے) جس میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ حضورؐ سے سنا ہے کہ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمرؓ سے بہتر ہو۔''

ان کے دور خلافت کا مشہور واقعہ ہے کہ اسلام پر عمل پیرا ہونے کی برکت میں جہاں رب ذوالمنن نے ان کے ہاتھوں بڑے بڑے حکمرانوں کو شکست سے دوچار کروا کر سلطنت اسلامی کے حدود واطراف واکناف تک پھیل گئے۔ انہی کی خلافت میں مصر بھی فتح ہوا' مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاصؓ کو وہاں کا گورنر مقرر کر دیا۔ ایک موقع پر مصریوں نے آ کر عرض کیا کہ زمانہ قدیم سے ہمارے ہاں کا معمول ہے کہ سال میں ایک دفعہ جوان لڑکی کو اس کے رشتہ داروں وقبیلہ کی مرضی سے بیش قیمت کپڑے وزیورات پہنا کر دریا میں پھینک دیا جاتا ہے اگر یہ عمل ترک کیا جائے تو شہر کے قریب گزرنے والا دریائے نیل بالکل رک کر اس کا پانی خشک ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے کھیت تو کیا انسان وجانور بھی بھوک وافلاس اور قحط سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے ان کو کہا کہ اس قسم کے لایعنی اور فاسد تصور وعقیدہ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اس نے اس غیر شرعی فعل سے لوگوں کو منع کر دیا۔ اس دوران حسب سابق جب وہی تاریخ آئی دریا خشک ہو کر پورے علاقہ پر خشک سالی وقحط کا مہیب سایہ پھیلنے لگا' موت وتباہی کے خوف سے یہاں کے رہنے والے یہاں سے نقل مکانی کرنے لگ گئے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اس صورتحال سے حضرت عمر بن الخطاب کو مطلع فرمایا۔ انہیں معلوم ہونے پر انہوں نے عمرو بن العاصؓ کے اس حکم کہ آئندہ لڑکی کو دریا کے نذر کرنے کی بے ہودہ رسم بند ہونے کی تائید کر دی۔ اور دریا کے نام خط لکھا۔ دریا کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اے دریا اگر تو اپنی مرضی سے رواں دواں رہتا ہے تو مجھے تم کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں اگر رب العالمین کے حکم اور مرضی سے تو بہتا ہے تو میں اللہ کے نام پر تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جاری ہو جا۔ گورنر مصر نے یہ مکتوب دریائے نیل میں پھینک دیا۔ چٹ کا دریا میں پھینکنا تھا کہ صبح لوگوں نے آ کر دیکھا کہ پانی رواں ہے اور اس کی سطح کئی فٹ بلند ہو چکی تھی۔

اسلام اور اسلامی احکامات کی بدولت وہاں کے باسی اس مذموم رواج کی وجہ سے اپنی جوان وحسین بیٹی بامر مجبوری اپنے ہاتھوں ہلاکت کے لئے دریا میں ڈال دیتے' ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس اذیت ناک عمل سے محفوظ ہوئے۔ یہ بھی وعدہ ربانی کی ایفاء کی ایسی مثال ہے جس سے اگر آج کے مجبور ومقہور اور مغلوب مسلمان عبرت حاصل کرنا چاہیں تو غالب آنے کے تمام بند دروازے ان پر اللہ کھول سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ آج ہم کیسے ہیں کس مقام پر کھڑے ہیں اور کیوں؟

انشاء اللہ مزید بیان آئندہ جمعہ ہوگا۔ رب العزت ہم اور آپ سب کو حقیقی معنوں میں دین حقہ پر کاربند ہونے کی توفیق رفیق فرمادیں۔

آخری قسط

مفتی السید محمد مظہر اسعدی *

حضرت السید اسعد مدنیؒ

شخصیت وخدمات

مسلم فنڈ ٹرسٹ دیوبند کے چند اہم اقدامات:

۱۔ پبلک نرسری سکول: مسلم فنڈ دیوبند نے ۱۹۷۱ء میں سب سے پہلے دیوبند میں پبلک نرسری سکول قائم کیا۔ جسمیں مسلم بچوں اور بچیوں میں اسلامی اور دینی رجحانات بیدار کر کے ذہن سازی کی جاتی ہے۔ اس طرح دنیاوی تعلیم کیساتھ دینی اقدار کی بقاء بھی اس سکول کا بنیادی مقصد ہے۔ اس سکول میں سیکنڈری کلاس تک تعلیم دی جاتی ہے۔

۲۔ مسلم فنڈ کمرشل انسٹیٹیوٹ: مسلم فنڈ دیوبند نے اگر ایک طرف مسلم معاشرے میں اقتصادی توانائی کے لئے کام کیا۔ تو دوسری طرف مسلم نوجوانوں کو خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا حوصلہ بھی بخشا۔ اس کیلئے ۱۹۸۰ء میں ''مسلم فنڈ کمرشل انسٹیٹیوٹ'' کے نام سے ٹائپنگ کالج کا آغاز کیا۔ جس نے عربی، انگریزی، ہندی اور اردو کے ٹائپسٹ تیار کرنے میں ایک نمایاں کردار ادا کیا اور سینکڑوں پڑھے لکھے بے روزگار نوجوانوں کے معاشی مسائل کا حل پیش کیا۔ عربی کے باقاعدہ ٹائپسٹ تیار کرنے کا یہ ہندوستان میں پہلا اور واحد ادارہ ہے۔ عربی ٹائپنگ سیکھنے والا نوجوان آج صرف ایشیائی مسلم ممالک میں ہی نہیں بلکہ ہندوستان میں بھی امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کرنے والی فرموں میں کام کررہا ہے۔ اور باعزت طور پر زندگی گزار رہا ہے۔

۳۔ مسلم فنڈ کیریئر گائیڈ سنٹر: یہ یونٹ بھی نوجوانوں میں خود اعتمادی کے ساتھ ان کے مستقبل کی صورت گری کرنے میں بڑا نمایاں رول ادا کررہا ہے۔ یہاں پر انگریزی سکولز و کالجز میں پڑھنے والے طلباء کی ذہن سازی کی جاتی ہے تاکہ مستقبل میں موزوں کورس یا ٹریڈ اور ملازمت کا انتخاب کرسکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر طلباء بروقت معلومات اور صحیح رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے اہلیت رکھنے کے باوجود بھی اچھے اور بہتر مواقع گنوادیتے ہیں مگر اس سینٹر نے مایوس اور کم حوصلہ طلباء میں جوش اور ایک نئے ولولے کو فروغ دیا۔ بحمد للہ اس سے بہتر اور امید افزاء نتائج پیدا ہورہے ہیں۔

* مہتمم جامعہ سیدنا اسعد بن زرارہؓ بہاولپور

۴۔　مدنی آئی ہسپتال:　آنکھوں کے امراض کے علاج کے لئے دیوبند اور اس کے قرب وجوار میں بسنے والے ہزاروں افراد کے لئے کوئی بھی آئی سرجن نہیں تھا۔

چنانچہ مسلم فنڈ دیوبند نے اپنے وسائل سے تقریباً دس لاکھ روپے سے ایک تین منزلہ عمارت تعمیر کرائی۔ اس کے گراؤنڈ فلور میں بیس بیڈ پر مشتمل آنکھوں کے ہسپتال کا آغاز ۱۹۸۵ء میں کر دیا۔ باقاعدہ ہسپتال اور آپریشن تھیٹر کا افتتاح امامِ حرم شیخ عبداللہ ابن سبیل مدظلہ نے فرمایا۔

ہسپتال میں نادار اور بے سہارا آنکھوں کے مریضوں کا علاج فری کیا جاتا ہے۔ دیوبند کے عوام کی فوری طبی امداد کے پیش نظر ایک ایمبولینس کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔ جو ضرورت مند مریضوں کو چوبیس گھنٹے دیوبند سے باہر لے جانے کے لئے تیار ملتی ہے۔

مسلم فنڈ جمعیت علماء ہند کے اقتصادی پروگرام میں اگرچہ شامل ہے مگر اس طرز پر پورے ہندوستان میں جماعتی اور غیر جماعتی افراد اس تعمیری پروگرام کو بڑی خوش اسلوبی سے چلا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ایسے ادارں کی ضرورت کو پورا ملک محسوس کر رہا ہے۔ جمعیت علماء ہند کے اقتصادی پروگرام کے تحت ایسے کامیاب اداروں کی تعداد پورے ملک میں ایک سے متجاوز ہو چکی ہے۔

فسادات کی روک تھام:　حضرت مولانا السید اسعد مدنیؒ کے دورِ نظامت وصدارت میں ملک میں سینکڑوں فسادات ہوئے۔ ہر فساد کے موقع پر مندرجہ ذیل کام جمعیت علماء ہند پابندی سے کرتی رہی:

حکومت کو صحیح صورتحال سے آگاہ کرنا، اربابِ حکومت مثلاً وزیر اعظم، وزیر داخلہ، اعلیٰ افسران اور سیکولر قوتوں کو اقلیتوں پر ہونے والے مظالم اور نقصانات کی صحیح آگاہی کے ساتھ فساد روکنے کا مطالبہ، متاثرہ علاقے کا دورہ و سروے، ہلاک شدگان کی فہرست سازی، لاپتہ افراد کی تحقیق، فرقہ پرست سرکاری افسران کی نشاندہی اور فرقہ پرستانہ رویے پر بیباک تنقید واحتجاج، ایوان بالا میں فسادات کے خلاف آواز اٹھانا، مسلم ممبران پارلیمنٹ سے مل کر مشترکہ طور پر فسادات کے خلاف کارروائی کرنے کا مطالبہ کرنا، گرفتار شدگان کی رہائی کی کوشش، ریلیف کمیٹی کا قیام، مالی تعاون جس کی مقدار بلا مبالغہ کروڑوں تک ہے، تباہ شدہ اور جلائے گئے مکانات کی تعمیر وتجدید (ان کی تعداد ہزاروں میں ہے) فساد سے متاثرہ افراد اور ہلاک شدگان کے ورثاء کو معاوضہ دلانے کی جدوجہد کرنا وغیرہ شامل ہے۔

مسئلہ آسام:　حضرت امیر الہندؒ نے اپنے دورِ نظام وصدارت کے دوران آسام کے مسلمانوں کی ہمیشہ رہنمائی فرمائی۔ اگرچہ آپ کے دور میں آسام کی مسلم اقلیت کے مسائل پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوگئے۔ تاہم فدائے ملتؒ نے اس بارے میں خصوصی کوششیں جاری رکھیں۔

بلاشبہ یہ جمعیت علماء ہند کا عظیم کارنامہ ہے۔ جس سے مستقبل کا مورخ اس کی اہمیت کے پیش نظر مسلمانوں

کی تاریخ کو بالعموم اور مسلمانوں کی اس تنظیم کو بالخصوص سنہری عبارت سے مرتب کرے گا۔

مسئلہ کشمیر: اس مسئلہ کو بھی حضرت امیر الہند‘ فدائے ملتؒ نے اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیشہ بہت اہمیت دی اور کشمیری عوام کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں اور زیادتیوں کے خلاف ہمیشہ آواز اٹھائی۔ جس کا اندازہ ۶/اپریل ۱۹۹۰ء کی جمعیت علماء ہند کی قرارداد کشمیر کے ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے کہ ’’مظالم کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ ہم اپنے کشمیری بھائیوں سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ جگ موہن کو واپس بلائے اور کشمیریوں کے مطالبات پر فوراً غور کرے۔ چونکہ ظلم و جبر سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ حکومت کشمیر کے سیاسی رہنماؤں سے بات چیت کرے اور جمہوری اور آئینی طریقے سے مسئلے کو سلجھانے کی کوشش کرے۔‘‘ چنانچہ فدائے ملت‘ امیر الہندؒ کی اپیل پر ۱۶/اپریل ۱۹۹۰ء کو یوم کشمیر منایا گیا۔

مسلم اوقاف کی حفاظت: ہندوستان میں مسلم اوقاف کی حفاظت اور انکے ذریعے ہونے والی آمدنیوں کا صحیح مصرف ایک اہم مسئلہ رہا ہے۔

جمعیت علماء ہند کے لئے ہمیشہ یہ مسئلہ قابلِ توجہ رہا‘ حضرت امیر الہندؒ کے دورِ نظامت و امارت میں بھی اوقاف کو حکومتی مداخلت اور مطلوبہ حیثیت واہمیت کو بچانے کی برابر جدوجہد ہوتی رہی‘ اور حکومت سے قانون اوقاف میں ایسی ترمیم کا مطالبہ بھی کیا جس سے وقفی جائیدادوں کی حفاظت کا انتظام ہوسکے۔

تاہم جمعیت کی مسلسل جدوجہد کے بعد مولانا اسعد مدنیؒ سے ۱۹۸۹ء میں مرکزی گورنمنٹ نے وعدہ کیا کہ اس سلسلہ میں کوئی ضرور مناسب کاروائی کی جائے گی۔ اور آئندہ اجلاس پارلیمنٹ میں وقف ترمیمی بل ضرور پیش کیا جائیگا۔

مساجد و مقابر کا تحفظ: اس مسئلہ کے پُرامن اور پائیدار حل کے لئے فدائے ملتؒ زبانی اور تحریری طور پر حکومت سے ہمیشہ مطالبہ کرتے رہے کہ تمام مساجد و مقابر کی ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے کی پوزیشن بحال کی جائے۔ یہاں تک کہ حضرت امیر الہندؒ نے راجیو گاندھی کے دورِ حکومت میں وزیر اعظم مسٹر راجیو گاندھی سے ڈیڑھ گھنٹہ مسلسل بحث کے بعد اس کو اس مسئلے کے حل کے لئے تیار کرلیا اس مطالبے کو **Manifesto** میں شامل کرلیا۔ چنانچہ یہ بل پارلیمنٹ سے منظور ہوچکا ہے۔ یہ ایک زبردست کامیابی ہے۔

اردو زبان کا تحفظ: اس حوالے سے شیخ الاسلام حضرت اقدس سید حسین مدنیؒ اور مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ وغیرہ کی روایات کو فدائے ملت‘ امیر الہند حضرت السید اسعد مدنیؒ نے بھی اپنے دورِ نظامت وصدارت میں برقرار رکھا۔ جماعتی میٹنگز‘ مجلس عاملہ و مجلس منتظمہ کے اجلاسوں اور کاروائیوں میں اردو کے مسئلہ پر برابر غور اور بے اعتنائیوں پر ہمیشہ توجہ دلائی گئی۔

تحفظ حرمین: جمعیت علماء ہند نے تحفظ حرمین کے سلسلہ میں بھی وقیع خدمات انجام دی ہیں۔ یہ کسی ایک فرد

کا مسئلہ نہیں بلکہ اس کا تعلق پورے عالم اسلام سے ہے۔ حضرت امیر الہند' فدائے ملتؒ کے دورِ صدارت ہی میں نومبر ۱۹۸۷ء کو دلی میں عظیم الشان اور تاریخ ساز تحفظِ حرمین کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس کا افتتاحی خطبہ امامِ حرم مکہ مکرمہ حضرت شیخ عبداللہ ابن سبیل نے پڑھا۔ جس میں انہوں نے کہے کہ اسی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہاں خانہ کعبہ ہے اور وہیں نبی آخری الزماں ﷺ تھے۔

امام محترم نے خصوصی طور پر امیر الہند' فدائے ملت حضرت السید اسعد مدنی مدظلہ' کی کوششوں کو سراہا اور فرمایا کہ دشمنانِ اسلام نے ہمیشہ اسلام کے خلاف سازش کی ہے' مگر وہ کامیاب نہیں ہوئے کیونکہ اسلام کی حفاظت کا وعدہ خود باری تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اس کانفرنس کے موقع پر حضرت امیر الہندؒ نے تاریخی مفصل خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ جس کے سننے کے بعد اجلاس میں شریک دانشوروں' علمائے کرام ومفتیانِ عظام کی طرف سے خصوصی مبارکباد پیش کی گئی' اور کہا گیا کہ حضرتِ والا نے ایک ایسے موضوع کی اہمیت سے روشناس کرایا جس کے بارے میں غافل مسلمان بالکل کچھ نہیں جانتے تھے۔

بابری مسجد: بابری مسجد کے مسئلہ کے حل کے لئے ویسے تو ۱۹۴۹ء سے مسلسل جمعیت علماء ہند کے اکابر کوشش کرتے رہے۔ انہیں کوششوں کے تسلسل کو حضرت امیر الہند' فدائے ملتؒ نے باوجود سنگین سے سنگین تر حالات ہو جانے کو جاری رکھا۔ ہر دور میں عدالتی طریق کار سے مسلمانوں کی اس مظلومیت سے حکومتوں کو آگاہ کیا جاتا رہا' اور حضرت فدائے ملتؒ کی کوشش ہر ظالم وجابر جانبدار فرقہ پرست حکمران کی ذلت کا باعث بنتی رہی۔

امداد ووظائف: حضرت امیر الہندؒ کے دورِ صدارت میں ایک اہم کام بھی ہوا کہ جمعیت نے مسلمانوں کو ٹیکنیکل تعلیم دینے کے لئے ۱۹۷۴ء سے تعلیمی وظائف کا پُرتحسین سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اس میں مزید توسیع کے لئے ''مجاہدِ ملت سکالرشپ'' ۱۹۹۰ء میں قائم کیا گیا۔ جس کے تحت دینی وفنی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو وظائف دینے کا منصوبہ بنایا گیا۔ اسے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کے خاتمہ کی طرف ایک اہم قدم کہا جا سکتا ہے۔ نیز امیر الہندؒ کے دورِ صدارت میں اس سلسلے میں اہم کوششوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ضرورت مند طلباء کی مدد کرنا' رہنمائی کرنا' انہیں سرکاری سہولتوں کی معلومات بہم پہنچانا' دینی دنیوی تعلیم کو جمعیت کے پروگرام میں اہمیت دینا۔

دینی مکاتب کا قیام' دار المطالعہ' لائبریری کا قیام' درس حدیث کا اجراء مسلمان بچوں اور بچیوں کیلئے دنیاوی تعلیم پر توجہ دینا۔ KG اور EM سکول کے ساتھ ٹیکنیکل پیشہ وارانہ تعلیم کے لئے کوشش کرنا' جمعیت علمائے ہند ہمیشہ اس بات کے لئے کوشش کر رہی ہے کہ ملک کی مسلم اقلیت ہندوستان کو اپنا ملک سمجھ کر کھل کر ہاتھ بٹائے اور ساتھ دے

مسلم پرسنل لاء: اسلامی معاشرتی قانون کی اہمیت حضرتِ اقدس فدائے ملتؒ کے دورِ صدارت میں جو رہی ہے اس کا اندازہ ہم جمعیت علمائے ہند کے خصوصی اجلاسوں' اجلاس ہائے عام کی کارروائیوں اور تجاویز وقراردادوں کا جائزہ

لینے کے بعد ہی بخوبی کر سکتے ہیں۔ مسلم پرسنل لاء کے ضمن میں آنے والے تمام معاشرتی علوم کے تعلق سے واضح نقطہ ملتا ہے اور اس حوالے سے چھوٹے سے چھوٹے واقعہ اور معاملہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔

مسلم پرسنل لاء کی اہمیت حضرت امیر الہندؒ کے اس بیان سے کی جا سکتی ہے۔ جو آپ نے ۱۹۶۶ء میں حکومت کی وضاحت طلب کرنے پر دیا آپ نے فرمایا: ''قرآنی قوانین نہ کسی مجلس قانون ساز کے بنائے ہوئے ہیں نہ کسی حکومت کے نافذ کردہ ہیں ان میں ترمیم اور تبدیلی کا حق کسی کو نہیں۔''

مسئلہ ارتداد: اپنے اکابر کے اس ورثہ کو حضرت فدائے ملتؒ نے برقرار رکھا ہے۔ جمعیت علماء ہند واحد مسلم تنظیم ہے جس نے شروع ہی سے مسئلہ ارتداد کو سنجیدگی سے لیا اور اس سلسلہ میں اپنی حد تک مناسب و معقول کارروائی کی۔

جمعیت علمائے ہند کے صدر حضرت السید اسعد مدنیؒ نے فتنہ ارتداد سے متاثرہ علاقوں کا متعدد بار دورہ کیا اور اس مسئلہ میں خصوصی دلچسپی لیتے ہوئے جمعیت علماء ہند کے آرگنائزر سے صورتِ حال معلوم کر کے مناسب کاروائی بھی کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے دورِ صدارت میں نئی نسل کی دینی تعلیم مذہبی شعور پیدا کرنے کے لئے جمعیت کے زیر سرپرستی سینکڑوں مدارس و مکاتب' مساجد اور ادارے قائم ہوئے اور اب تک ہیں۔ اگرچہ ضرورت کے لحاظ سے پھر بھی کم ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ارتداد کے فروغ کے لئے کسی بھی اقلیت کی بنیادی وجہ اقتصادی بدحالی بھی ہوا کرتی ہے۔ آپ نے اس وجہ سے ارتداد کے عمل کو روکنے کے لئے جمعیت علماء ہند کے پلیٹ فارم سے بلاسودی نظام جاری کر کے اس تنظیم کی تاریخ میں ایک انوکھا اور کامیاب تجربہ پیش کیا ہے۔

جو لوگ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو اقتصادیات نہیں آتی یا وہ اس میدان میں پیچھے ہیں ان کیلئے درس عبرت ہے

حضرت امیر الہندؒ بحیثیت شیخ طریقت: آپکے بارے میں بیرون دنیا بالخصوص پاکستان کے عوام بلکہ بعض علماء بھی یہ سمجھتے ہیں کہ آپ عالم اسلام کے صرف سیاسی رہنما تھے' حضرت شیخ الاسلام کی سیاسی' سماجی اور معاشرتی خدمات کا تسلسل تھے۔ یہ تاثر صرف انہیں لوگوں تک ہے جنہوں نے آپ کو قریب کی نگاہ سے نہیں دیکھا یا آپ کی رفاقت میں کوئی ماہِ رمضان المبارک نہیں گزارا۔

اللہ کے فضل و کرم سے جیسے آپ حضرت شیخ الاسلامؒ کی زندگی میں دارالعلوم دیوبند کے کامیاب ترین استاد تھے۔ اسی طرح آپ نے اپنے والد گرامی حضرت شیخ الاسلامؒ کی رفاقت میں پچیس سال تک ماہ رمضان گزارے اور ان سے منازل سلوک طے کیں۔ اپنے تمام اسباق ذکر' اوراد و وظائف مکمل کئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپکو اپنے والد گرامی شیخ العرب والعجمؒ کی رحلت کے بعد ان کے خلفاء نے باتفاق رائے عظیم منصب جانشینی شیخ الاسلام کیلئے چنا۔

انداز تربیت اصلاح باطن: جس طرح حضرتِ اقدسؒ کے زمانہ میں سینکڑوں لوگ ماہ رمضان میں آپ سے

اصلاحِ باطن اوراد و وظائف کی تکمیل کیلئے اور پورے ماہ صیام کو اتباع سنت کے مطابق گزارنے کے لئے آتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی وفات کے بعد بیالیس سال سے خانقاہ مدنیہ پوری آب وتاب سے آباد ہے' بیالیس سالہ عرصہ میں اکتالیس ماہ صیام آپ نے دیوبند کی سرزمین پر گزارے ہیں جبکہ ایک ماہ صیام آپ نے ۱۹۹۷ء میں بنگلہ دیش کے عوام کے شدید اصرار پر ڈھاکہ میں گزارا۔

ڈھاکہ میں آپ کے معمولات ماہ صیام اور شرکاء کی تعداد دیکھ کر حضرت شیخ الاسلامؒ کے بعض اجل خلفاء بار بار یہ کہتے تھے کہ اس سال تو حضرت شیخ الاسلامؒ کے سلہٹ کے ماہ صیام کے معمولات کی یاد تازہ ہوگئی۔

آخیر عشرہ میں متوسلین کی تعداد ایک ہزار سے بھی متجاوز ہوگئی۔ ویسے تو بندہ نے حضرت امیر الہندؒ کیساتھ دیوبند میں بھی کئی ماہ رمضان آپ کی خدمت میں رہ کر گزارے۔ حسن اتفاق سے ڈھاکہ کا ماہ بھی آپ کی خدمت میں گزارا۔

حضرت اقدس شیخ الاسلامؒ کے معمولات کے بارے میں جو کچھ پڑھا اور سنا تھا' آپ کے معمولات کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ آج شیخ الاسلامؒ کو دیکھ لیا۔

<u>حضرت فدائے ملتؒ کے معمولات ماہِ رمضان کی تفصیل:</u> ویسے تو ہمارے تمام اکابر ماہ رمضان کا خوب اہتمام کرتے اور اتباعِ سنت میں پوری کوشش فرماتے کہ ماہ رمضان کی راتوں کو زندہ کیا جائے۔ حضرت اقدس شیخ الاسلامؒ کا ماہ رمضان دنیوی مصروفیات سے بالکل الگ تھلگ مکمل انہاک واستغراق' ذکر' تلاوت' نوافل اور قدرے جسمانی آرام پر مشتمل ہوتا تھا۔ جانشین شیخ الاسلامؒ کے ماہ رمضان کے معمولات درج ذیل حدیث مبارکہ کا عکس کامل تھے۔ جس شخص نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا اور رمضان کی راتوں کو زندہ کیا۔ اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

<u>آغاز معمولات:</u> آپ کے معمولات کا آغاز ۲۹ شعبان بعد نمازِ عصر شروع ہوجاتا تھا تراویح میں مقرر حافظ اور جامع کے پارہ کو دَور کی شکل میں سننا مغرب تک معمول رہتا اگر چاند نظر آجائے تو معمولات کا تسلسل رہتا تھے ورنہ ۳۰ رمضان سے بعد نمازِ عصر ہی تلاوت دوبارہ سنی جاتی اور نماز عشاء تاخیر سے ادا کئے جانے کا اعلان کر دیا جاتا تھا۔ نماز مغرب وعشاء میں وقفہ تقریباً گھنٹے کا ہوتا تھا اس وقفے کے دوران شام کا کھانا اور کچھ آرام بھی شامل۔

نمازِ عشاء کی ادائیگی کے متصل بعد تراویح کا آغاز ہوجاتا تھا' دوران تراویح ہر چار رکعات کے بعد جتنی دیر میں یہ چار رکعت ادا ہوتی اتنا ہی اس میں وقفہ ہوتا تھا' وقفہ میں سہولت کے ساتھ ہر شخص تلاوت' اذکار و آرام کے لئے آزاد تھا' ۲۰ تراویح تین گھنٹہ میں پایہ تکمیل کو پہنچتی۔

نوٹ: تراویح کے بعد ہی نہایت الحاح وزاری سے اجتماع دعا ہوتی تھی وتر کی ادائیگی کے بعد انفرادی دعا ہوتی تھی۔

وتر کی ادائیگی کے بعد حضرت اقدس امیر الہندؒ اپنی مختصر دعا کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے' تمام

ذاکرین وسالکین وشرکاء حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے۔

اس وقت آپ کی موجودگی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی معروف تصنیف ''اکابر کا رمضان'' کا کچھ پڑھا جاتا تھا' جس کو عام طور پر آپ کے نہایت بااعتماد رفیق خاص' حضرت شیخ الاسلام کے خلیفہ حضرت مولانا سید محمود صاحب پڑھتے تھے' اس تعلیم میں تقریباً بیس منٹ صرف ہوتے تھے۔ اس کے بعد حضرت اقدسؒ ذاکرین سے فرماتے کہ سب اپنے اپنے اذکار میں مصروف ہوجائیں۔ تمام سالکین آپ کی نگرانی میں ذکر شروع کردیتے تھے اس دوران روشنی مکمل طور پر بند کردی جاتی تھی۔ یہ مجلس ذکر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہتی' اس مجلس ذکر سے کچھ دیر بعد آپ حلقہ ذکر سے اٹھ جاتے باہر سے آنے والے وفود جنہوں نے حضرت امیر الہندؒ سے پہلے سے وقت لیا ہوتا تھا وہ حاضر ہوکر اپنے مسائل پر تبادلہ خیال کرتے تھے۔ یہ وقت ملاقات کم وبیش ایک گھنٹہ ہوتا تھا' ادھر مجلس ذکر کے اختتام کے بعد ایک گھنٹہ کیلئے وقفہ ہوتا' جس میں ذاکرین تازہ طہارت سے فراغت کے بعد چائے وغیرہ نوش کرتے تھے۔

اس کے بعد نمازِ تہجد میں مقررہ حافظ باری باری اپنے سامع کے ساتھ تہجد باجماعت شروع کردیتے شرکاء اپنی مرضی واختیار کے ساتھ اس جماعت میں شامل ہوتے تھے۔

نوٹ: یہ بات ملحوظ رہے کہ نماز تہجد کی جماعت میں شمولیت کیلئے کسی کو بھی دعوت نہیں دی جاتی۔ حتیٰ کہ آرام میں مصروف حضرات کو بھی بیدار نہیں کیا جاتا تھا۔

یہ تہجد کا معمول بھی تقریباً تین گھنٹے جاری رہتا تھا۔ جس میں عام طور پر چار سے پانچ پارے تلاوت ہوتے تھے' نمازِ تہجد کے اختتام پر تقریباً آٹھ دس منٹ تک دعا ہوتی تھی جس میں گریہ وزاری کا دلدوز منظر ہوتا تھا۔

اس کے فوری بعد سحری کے لئے دستر خوان لگادیئے جاتے' اور اعلان ہوجاتا تھا کہ تمام شرکاء سحری تناول کرلیں۔ سحری کے کھانے میں خوب فیاضی کا منظر ہوتا تھا جس میں عام طور پر قورمہ' سبزی کا سالن' اور چاول' دہی دستر خوان کی زینت ہوتے تھے۔ اس موقع پر بھی حضرت اقدس امیر الہندؒ بنفس نفیس تشریف فرما ہوتے تھے' آپ سحر کے تناول کے لئے اس وقت تک تشریف فرما نہیں ہوتے جب تک کہ تمام شرکاء کے سامنے کھانا نہیں پہنچ جاتا۔

یہ کھانا پورا کا پورا خانقاہ مدنیہ یعنی حضرتِ اقدسؒ کی طرف سے ہی ہوتا تھا' تمام شرکاء کو آپ ذاتی مہمان سمجھتے تھے۔

نوٹ: شرکاء کی تعداد اول عشرہ میں چار سو سے پانچ سو تک ہوتی تھی' اس میں اضافہ ہوتا رہتا حتیٰ کہ دوسرے عشرہ کے نصف میں ایک ہزار سے متجاوز ہوجاتی اور یہ تعداد اختتامِ رمضان تک برقرار رہتی تھی۔ باالفاظ دیگر کہ جو یہاں آیا وہ اختتامِ رمضان تک واپس نہ گیا۔

سحری سے فراغت کے بعد فوری فجر کی اذان کا وقت ہوجاتا' نماز فجر اول وقت یعنی اذانِ فجر کے پندرہ منٹ بعد ادا کی جاتی۔ نماز فجر کے بعد تمام ذاکرین وسالکین آزاد ہوتے تھے یعنی تلاوت' ذکر اور مراقبہ میں اشراق تک

مشغول رہتے اور ادائیگی اشراق کے بعد آرام کرتے تھے۔

نماز ظہر سے کچھ دیر قبل عام طور پر تمام ذاکرین، سالکین آرام سے فراغت حاصل کر لیتے تھے اور نماز ظہر کی تیاری کرتے ہیں۔ مسجد میں پہنچ کر تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو جاتے۔

نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد دو حلقے ہوتے تھے ایک حلقہ حضرت اقدس امیر الہندؒ کے پاس ہوتا تھا، جس کے شرکاء اپنے اذکار کے اسباق اور کیفیات تحریری طور پر پیش کرتے اور حضرت اقدس اسی ترغیب سے فرداً فرداً علیحدگی میں ان کے جوابات ارشاد فرماتے تھے۔

دوسرا حلقہ حضرت مولانا سید محمود صاحب کے ہاں ہوتا ہے، اس حلقہ میں حضرت مولانا محترم ''امداد سلوک'' مصنفہ فقیہ امت، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ، کو تعلیماً سناتے تھے، یہ سلسلہ تقریباً گھنٹہ بھر جاری رہتا تھا، اس کے بعد شرکاء انفرادی طور پر تلاوتِ کلام پاک میں مشغول ہو جاتے جبکہ حفاظ کرام اپنی منزل کے دَور میں منہمک ہو جاتے۔

حضرت اقدسؒ عام طور پر اس وقت تلاوت کلام پاک میں مصروف رہتے تھے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہو جاتا، ادائیگی نماز کے بعد فوراً آپ نماز تراویح کے لئے متعین حفاظ کرام کا دَور سماعت فرماتے تھے، اس تلاوت کی سماعت کے لئے اکثر شرکاء اپنی خواہش پر موجود ہوتے۔ یہ دَور وقتِ افطار سے پانچ منٹ قبل ختم ہو جاتا تھا۔

مسجد میں خدام افطار کے لئے دسترخوان بچھا چکے ہوتے تھے۔ حاضرین کو بذریعہ اعلان دسترخوان پر افطار کے لئے پہنچنے کے لئے بلایا جاتا تھا اس موقع پر بھی فیاضی کا منظر ہوتا تھا، کھجور کے ساتھ ساتھ جہاں دسترخوان پر فروٹ چاٹ ہوتی وہاں بھنے ہوئے چنے یا مٹر اور سموسے بھی ہوتے تھے۔

اس افطار کی سب سے اہم خصوصیت یہ تھی کہ ہر روزہ دار کو مدینہ منورہ کی کھجور اور ایک بڑا ڈبہ آبِ زم زم کا ملتا۔

نوٹ: اس افطاری میں آٹھ دس منٹ صَرف ہوتے تھے اور اسکے بعد نمازِ مغرب کی ادائیگی کا عمل شروع ہو جاتا تھا۔

نمازِ مغرب کی سنن و نوافل کے بعد فوراً کھانے کیلئے دسترخوان لگا دیا جاتا تھا، اس موقع پر بھی فیاضی کا وہی منظر ہوتا جو کہ سحری کے وقت ہوتا تھا، البتہ اس کھانے میں سادہ چاولوں کی بجائے بریانی یا گوشت پلاؤ کا بطور خاص اہتمام ہوتا تھا۔

نوٹ: یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ سحری اور افطاری کے وقت کمزوروں اور بیماروں کے لئے ہر ایک کی طبیعت کے مطابق کھانا فراہم کیا جاتا تھا۔ یہ پرہیزی کھانے حضرت اقدس امیر الہند کی اہلیہ بذات خود یا اپنی بہوؤں سے اپنی نگرانی میں تیار کرواتی تھیں جس طرح کہ کمزوروں اور بیماریوں کے لئے خوراک کا اہتمام ہوتا اسی طرح خانقاہ کے مہمانوں کے ایمر جنسی علاج کے لئے ایک ماہر طب اور ایک ماہر ڈاکٹر (میڈیکل و ہومیو پیتھک) کا بھی انتظام ہوتا تھا (حضرت اقدسؒ کی اہلیہ محترمہؒ اس دار فانی سے ۲۳ ستمبر ۲۰۰۰ء کو رحلت فرما گئی تھیں)

حضرت اقدسؒ کی اہلیہ محترمہؒ کا خاص ذوق یہ بھی تھا کہ تراویح کے بعد اس وقت تک آرام نہ کرتیں جب تک اپنے بیٹوں سے یہ نہ پوچھ لیتیں کہ خانقاہ میں جاؤ اور معلوم کرو کسی شخص کو کسی قسم کی ضرورت مثلاً بستر، خوراک وغیرہ تو اس کو فراہم کی جاتی، اس اطمینان کے بعد سوتیں۔ اس کے بعد شرکاء کچھ دیر تقریباً ایک گھنٹہ آرام کرتے اور عشاء کی نماز کی تیاری میں مشغول ہو کر حسبِ سابق معمولات میں مشغول ہو جاتے تھے۔

نوٹ: زنان خانہ میں بھی مستورات کے لئے تراویح کا اہتمام ہوتا تھا جس کی امامت مرد حفاظ قرآن کرواتے تھے۔ اور وہ پردے میں پڑھتے تھے عام طور پر آپ کے خاندان کا ہی کوئی حافظ یہ فریضہ انجام دیتا۔

یہ معمولات، ماہِ صیام کی ہر شب میں جاری رہتے تھے تمام شرکاء ماہ رمضان کی ہر شب کو خانقاہ مدنیہ میں لیلۃ القدر کی طرح گزارتے تھے اکثر ذاکرین وسالکین سے ہر دن گزارنے کے بعد یہ دعائیہ جملہ سننے میں آتا رہتا ہے کہ اے اللہ یہ پورا ماہ رمضان نصیب فرما دے۔ معلوم نہیں کہ آئندہ نصیب ہوگا یا نہیں اور ایک دوسرے کو تلقین کرتے ہوئے نظر آتے کہ جو وقت ملا ہے اس کی قدر کرو۔

حضرت اقدس امیر الہندؒ بھی ماہ رمضان کے جمعوں میں بیان فرماتے ہوئے خصوصیت سے یہ ارشاد نبوی ﷺ دہراتے تھے کہ ''جس شخص نے تندرستی میں ماہ رمضان کو پایا اور خوب عبادت کر کے راتوں کو زندہ نہ کیا اور اپنی بخشش نہ کروا سکا، بڑا ہی وہ بدنصیب ہے۔''

حالت اعتکاف: یہاں خانقاہ میں ماہِ رمضان کی ہر رات لیلۃ القدر کا سماں پیش کرتی تھی اس لئے حالتِ اعتکاف کے معمولات کا خاص فرق نہیں ہوتا۔

البتہ معتکفین پر ماہ رمضان کی جلد جدائی کا صدمہ نمایاں نظر آتا تھا۔

اختتام ماہ رمضان، چاند نظر آنے پر چاند رات کو بھی اسی فکر کے ساتھ گزارا جاتا تھا کہ اس رات میں گریہ وزاری اپنے عروج پر ہوتی تھی، نماز فجر کے بعد مہمان نمازِ عید الفطر کی تیاری میں مصروف ہوتے ہیں۔ عید گاہ جانے سے قبل تمام مہمانوں کو مختصر سا ناشتہ دای جاتا تھا۔ جس میں عام طور پر مدینہ منورہ کی کھجور، دودھ میں بنائی ہوئی سویاں، پستہ و بادام سے مرصع ہوتی تھیں، چائے بھی دی جاتی تھی۔

عید الفطر کا دن دیوبند میں مسلمانوں کی اعلیٰ عظمت کا نقیب ہوتا تھا، ہزاروں لوگوں کی آرزو اور تمنا کا لحاظ رکھتے ہوئے مشائخ، علماء اور آئمہ کے اصرار پر حضرت اقدس امیر الہندؒ نماز عید الفطر کی امامت عید گاہ میں فرماتے تھے، اس عظیم اجتماع کو دیکھ کر حرمین شریفین کے حج کی یاد تازہ ہو جاتی۔

دارالافتاء
مولانا مفتی مختار اللہ حقانی
مفتی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

موبائل فونز میں ٹونز کی جگہ مقدس کلمات ریکارڈ کرنا

محترم مفتی صاحب۔ دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل موبائل ٹونز کی جگہ پر بسم اللہ الرحمان الرحیم' اللہ اکبر اور اسی طرح دوسری قرآنی آیات ریکارڈ کی جاتی ہیں۔ فون آنے پر یہ کلمات موبائل سے پڑھے جاتے ہیں جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ کوئی آپ سے باتیں کرنے کا خواہشمند ہے' میرے ایک دوست اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور بہت سارے متدین حضرات کے موبائلز میں اس قسم کے کلمات نصب ہوتے ہیں۔ کیا موبائل میں ٹونز کی جگہ پر اس قسم کے کلمات ریکارڈ کئے جاسکتے ہیں اور ایسا کرنا واقعی مستحسن ہے؟ اگر نہیں تو پھر جن بعض مدارس کے ایکسچینج میں فون جانے کے بعد مطلوبہ نمبر تک رسائی کے دوران فون میں کلام پاک کی جو تلاوت ہوتی ہے اس کا کیا حکم ہے' کیا موبائل میں اس قسم کے کلمات ریکارڈ کرنا اسی طرح نہیں۔ دلائل سے جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

والسلام

دراز خان (ضلع کرک)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق

سائنسی ترقی کے اس دور نے جو بہت سارے جدید آلات ایجاد کئے ہیں ایک طرف تو ان سے سہولت اور آسانی پیدا ہو چکی ہے تو دوسری طرف انہوں نے بہت سارے نئے مسائل کو جنم لیا ہے۔ یہ بات مسلّم ہے کہ جدید آلات نہ بذات خود اچھے ہیں اور نہ قبیح اس کے حسن و قبیح کا معاملہ ان کے استعمال سے وابستہ ہے اگر ان آلات کو صحیح اور شریعت مقدسہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے استعمال کیا جائے تو ٹھیک ورنہ غیر شرعی طریقہ سے اسکا استعمال موجب سزا و

ملامت ہے۔ان آلات میں سے ایک آلہ موبائل فون بھی ہے۔اور خصوصاً موبائل سیٹ' اس سیٹ نے بہت سارے مسائل پیدا کئے ہیں۔ مثلاً فون آنے کی اطلاع کے لئے اس سیٹ میں عام ٹونز کے علاوہ انسانی آواز' حیوانات کی آوازیں' گانے بجانے' بسم اللہ اور قرآنی آیات جیسے مقدس کلمات ریکارڈ کئے جاتے ہیں' اسی طرح اس کے ذریعے فلم وغیرہ بنائی جاتی ہے اور اسی طرح نماز کی حالت میں فون کی اطلاع آنے جیسے بہت سارے مسائل اس کے ذریعے پیدا ہو چکے ہیں' اس قسم کے مسائل میں سے ایک مسئلہ' موبائل فون پر فون آنے کی اطلاع کے لئے گھنٹی کی جگہ' قرآنی آیت' بسم اللہ' اور اللہ اکبر وغیرہ مقدس کلمات ریکارڈ کرنا ہے' اس وقت تقریباً ہر دین دار آدمی کے موبائل میں گھنٹی کی جگہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' یا اللہ اکبر یا دوسرے آیات قرآنی ریکارڈ ہیں مگر ایسا کرنا فقہاء کرام کی عبارات کی روشنی میں قابل توجہ ہے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا مبارک نام بے حد عظمت واحترام والا ہے۔اس نام کو محض ذکر واوراد کے طور پر حصول ثواب کے لئے استعمال کیا جائے۔اس کے علاوہ اس اسم مبارک کو اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل کے لئے استعمال کرنا بہت ہی نامناسب امر ہے' قدیم اور متاخرین فقہا وکرام سب نے لفظ اللہ کو اپنے آمد کی اطلاع یا درس وغیرہ ختم کرنے پر متنبہ کرنے کے لئے استعمال کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي و قد كرهوا و الله اعلم ونحوه لأ علام ختم الدرس حين يقرر وقال العلامة ابن عابدينؒ (قوله لا علام ختم الدرس) اما اذا لم يكن اعلاماً بانتها ئه لايكره لانه ذكرو تفويض بخلاف الاول لانه استعمله آلة وللاعلام ونحوه' اذقال الداخل يا الله مثلاً ليعلم الجلاس بمجيئه ليهيئوا له محلاً ويوقروه' واذا قال الحارس لااله الا الله ونحوه ليعلم باستيقاظه فلم يكن المقصود الذكر (ردالمحتار ۴۳۱/۶) كتاب الخطر و الاباحة قبل كتاب الاحياء)

اوراسی طرح فتاویٰ ھندیہ میں ہے: من جاء الى تاجر ليشترى منه ثوبا فلما فتح التاجر الثوب سبّح الله تعالىٰ وصلى على النبى ﷺ وعلىٰ اله وسلم ارادبه اعلام المشترى جودة ثوبه فذلك مكروه

اور آگے مذکور ہے وعلى هذا يمنع اذا واحد من العظماء الى مجلس فسبح اوصلى على النبى ﷺ واله واصحابه اعلاما بقدومه حتى يتفرج له الناس اويقوموا له يأثم (الفتاوى الھندیہ ۳۱۵/۵)

بلکہ فقہاء کرام نے ہر ایسی جگہ تسبیح' تحمید اور تلاوت قرآن پاک سے منع کیا ہے جہاں بے ادبی کا خدشہ (خطرہ) ہو۔

فتاویٰ ہندیہ میں لکھا ہے کہ: الکلام منہ مایوجب أجراً کالتسبیح والتحمید وقرأة القران والاحادیث النبویة وعلم الفقه وقدیا ثم وقدیأثم به اذا فعله فی مجلس الفسق وهو یعلمه لمافیه من الاستهزاء والمخالفة لموجبه (الفتاوی الهندیة ۳۱۵/۵)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ جدید آلات میں ریکارڈ شدہ اسماء حسنٰی اور آیات قرآنی کے بارے میں لکھتے ہیں، البتہ اگر باوجود آلہ تلھی نہ ہونے کے کوئی دوسرا عارض مانع جواز ہوگا تو اس عارض کے سبب پھر منع کیا جاوے گا، مثلاً قاری کو اجرت دینا یا مسمع (سنانے والا) یا مستمع (سننے والا) کا غیر طاعت کے قصد سے سننا یا سنانا جیسا کہ فقہاء بتصریح فرمائی ہا کہ تاجر کا فتح متاع وفروخت کے لئے تجارتی سامان گاہک کو دکھانا ''کے وقت ترویج سلعہ یا ترغیب متشرین اپنے سامان کا چلتا کے لئے'' کی غرض سے درود شریف پڑھنا یا حارس (پاسبان ۱۲) کا ایقاظ نائمین (سونے والوں کو جگانے کے لئے ۱۲) کی غرض سے تحلیل کا جھر کرنا' لا الہ الا اللہ بلند آواز سے پڑھنا' ان سب عوارض کی وجہ سے ممانعت کا حکم کیا جاوے گا۔ (فتاویٰ امداد المفتین الشھر بفتاویٰ دارالعلوم دیوبند) ۲/۱۰۱۰، ۱۰۱۱)

اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ موبائل میں اللہ کا نام یا قرآنی آیات صرف مخاطب کو خبردار کرنے کے لئے نصب کیا جاتا ہے کہ اس کو اس بات کا علم ہو جائے کہ اس سے کوئی بات کرنا چاہتا ہے' اس سے لفظ اللہ کی عظمت اور مقصود نہیں ہوتا بلکہ صرف اطلاع مقصود ہوتا ہے جبکہ لفظ اللہ کو ذکر اللہ کے علاوہ دوسرے مقاصد کیلئے استعمال کرنا ایک مذموم حرکت ہے۔

اس قسم سے ملتا جلتا ایک سوال حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ سے کہ جس گھنٹی کے بٹن دبانے پر اللہ اکبر کی آواز نکلے گھر یا آفس میں استعمال کرنے کے بارے میں ایک استفسار کیا گیا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً صورت مسؤلہ میں اس گھنٹی کا استعمال جائز نہیں۔ اس میں اللہ عزوجل کے مبارک اور بے حد قابل عظمت نام کو کسی کو اپنے آنے کی خبر دینے یا کسی کو بلانے کے لئے استعمال کرنا لازم آتا ہے۔ اور یہ جائز نہیں گناہ کا کام ہے اس کے اس طرح استعمال سے اللہ تعالیٰ کے پاک اور مبارک نام کی توہین ہے لہذا گھر پر یا آفس میں اسے استعمال نہ کیا جائے' اللہ کا مبارک نام خالص ذکر الہیٰ کی نیت اور ارادہ سے لینا چاہیے' اپنی کوئی دنیاوی غرض پوری کرنے کے لئے اس مبارک نام کو استعمال کرنا بہت ہی نامناسب اور ایمانی غیرت کے منافی ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص لوگوں کو اپنی آمد کی خبر دینے کے لئے یا اللہ کہے تو یہ مکروہ اور جیسے کوئی شخص سبق ختم ہونے کی خبر دینے کے لئے واللہ اعلم کہے تو یہ بھی مکروہ ہے یا کوئی چوکیدار زور سے لاالہ الا اللّٰہ پڑھے اور اس سے اس کا مقصد اپنے بیدار ہونے کی خبر دینا ہے تو یہ مکروہ ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ۱۰/۲۳۷) متفرقات خطرہ والاباحۃ)

لہذا فقہاء کرام کے مذکورہ عبارات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا پاک نام یا دیگر قرآنی آیات ذکر

الٰہی کے علاوہ دیگر مقاصد و اغراض کے لئے استعمال کرنا مکروہ ہے' چونکہ آج کل موبائل سیٹوں میں دیگر ٹونز کی جگہ لوگ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا اللہ اکبر یا دوسری کوئی قرآنی آیت اس لئے ریکارڈ کرتے ہیں کہ فون آنے پر اس کو اطلاع ہو کہ کوئی اس سے بات کرنے کا خواہشمند ہے' چونکہ وہ غرض ذکر الٰہی کا نہیں بلکہ اس سے مقصد صرف فون آنے کی اطلاع دینا ہے' اسلئے موبائل فون میں گھنٹی اور دیگر ٹونز کی جگہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' اللہ اکبر یا دوسرے قرآنی آیات ریکارڈ کرنا مکروہ ہے یہ اسم الٰہی کی بے ادبی ہے۔ اس سے بچنا مذہبی ذمہ داری ہے۔ البتہ اس کی جگہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ الخ ریکارڈ کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے کہ السلام علیکم کی وضع دعائیہ کلمات ہونے کے ساتھ ساتھ اعلام کے لئے بھی ہے۔ علامہ حصکفیؒ اور علامہ ابن عابدینؒ نے لکھا ہے کہ اگر لوگ کھانا کھا رہے ہوں اور دوسرا شخص ان کے ساتھ کھانا کھانے کا خواہشمند ہو تو ان کو السلام علیکم کے ذریعے کھانے میں شرکت کی اطلاع دے سکتا ہے۔ ورنہ ویسے کھانے والوں کو سلام کرنا منع ہے۔

کما قال الحصکفیؒ ودع اکلا الااذا کنت جائعاً۔ وتعلم منه انه لیس یمنع (الدر المختار ،علی صدر رد المختار) ۶۱۷/۱)

وقال ابن عابدینؒ وفی وجیز الکردری مر علی قوم یاکلون ان کان محتاجاً وعرف أنهم یدعونه سلم والافلا۔ وهذا یقضی بکراهة السلام علی الاکل مطلقاً الافیما ذکره (رد المحتار ۵۹۵/۹ مکتبة امدادیة ملتان)

اس لئے قرآنی آیات اور اسماء حسنی کے بجائے موبائل فون میں السلام علیکم ریکارڈ کیا جائے' یا اس جیسے دوسرے کلمات جو عربی زبان کے ہوں دوسری زبانوں میں ہوں اور ان سے اطلاع کا حصول ہو سکے' چاہے نثر ہو یا نظم یا پرندے وغیرہ کی آواز ریکارڈ کئے جائیں۔ یا عام سیمپل (سادہ) گھنٹی ریکارڈ کی جائے مگر ساز والی گھنٹی یا گانے میوزک ریکارڈ کرنے سے لازمی اور ضروری اجتناب کریں' اس لئے کہ گانے اور نغمات سوز و ساز شرعاً حرام ہیں۔ جہاں تک اس کو ایکسچینج میں ریکارڈ شدہ تلاوت کلام پاک پر قیاس کرکے' جائز بلا کراہت کہنے کا تعلق ہے تو یہ قیاس درست نہیں' اس لئے ایکسچینج میں ریکارڈ شدہ آلات میں تلاوت سے اعلام و اطلاع مقصود نہیں ہوتا بلکہ خبر پہلے سے گھنٹی کی آواز سے ہو چکی ہوتی ہے' یہ البتہ مطلوبہ نمبر تک رسائل کے لئے قرآن کی تلاوت یا دوسرے مزاحیہ کلام سنایا جاتا ہے تاکہ فون کرنے والا انتظار کے دوران مشغول رہے' اور اس کی حیثیت اس تلاوت کی طرح ہے جو ریڈیو' ٹیپ ریکارڈ یا ٹی وی کے ذریعہ سنائی جاتی ہے' مفتی اعظم مفتی محمد شفیعؒ ریڈیو پر تلاوت قرآن کے بارے میں لکھتے ہیں اس لئے یہ صحیح ہے کہ اس کو آلات لہو و طرب کے حکم میں داخل نہیں کیا جا سکتا اور ریڈیو کی جس مجلس میں تلاوت ہوتی ہے وہ مجلس بھی لہو و لعب اور

لغو چیزوں سے الگ ہوتی ہے اس لئے اس پر تلاوت قرآن فی نفسہ جائز ہے۔ (آلات جدیدہ ۱۶۱)
اس لئے اس پر موبائل ٹونز کی جگہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ' اللہ اکبر یا دوسرے آیات کے نصب کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا' کیونکہ احکام کا ترتب مقاصد پر ہوتا ہے۔ الامور بمقاصدھا (شرح المجلد)

جناب مفتی صاحب' دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔
گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج مردان سے ایک سالانہ رسالہ ''شفق'' شائع ہوتا ہے اس میں ایک صاحب نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی کنیت کے بارے میں ایک مضمون لکھا ہے جس میں مضمون نگار نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا کہ امام صاحب اپنی کنیت ایک خاص شرط کی وجہ سے اپنی بیٹی کے نام رکھی ہے' مضمون کی فوٹو کاپی لف ہے۔ برائے مہربانی اس بارے میں حقیقت حال سے آگاہ فرمائیں۔ کیا یہ واقعہ درست ہے' اور کیا اسی وجہ سے امام صاحبؒ اپنی کنیت رکھی تھی یا نہیں۔ اور امام صاحبؒ کی بیٹی تھیں یا نہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ امام صاحبؒ کا صرف ایک بیٹا تھا کیا یہ صحیح ہے؟

دعاؤں کا طلب گار

واحد میر (ہوتی مردان)

الجواب باللہ التوفیق

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی کنیت کے بارے میں مختلف روایات کتابوں میں مذکور ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ایک لڑکی تھی جس کا نام حنیفہ تھا۔ تو اس نام کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوحنیفہ مشہور ہوگئی۔ مگر اس روایت کو صاحب الخیرات الحسان علامہ ابن حجر مکیؒ نے رد فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ لیس لہ ذکر و لا انثی غیر حماد (الخیرات الحساس) آپ کی کوئی بیٹی نہیں تھیں اور نہ حماد کے علاوہ کوئی بیٹا تھا۔ اسی طرح علامہ خوارزمی اور دوسرے محققین سے بھی یہی روایت ہے کہ امام صاحب کے یہاں صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام حماد ہے' اس کے علاوہ کوئی دوسری اولاد نہیں۔ (تذکرہ النعمان اردو ص ۷۳)
بعض لوگ کہتے ہیں کہ عراقی زبان میں حنیفہ دوات کو کہتے ہیں' چونکہ امام صاحب ہر وقت اپنے ساتھ دوات رکھتے تھے' قلم اور دوات سے آپ کا گہرا لگاؤ تھا۔ اس لئے آپ کو ابوحنیفہ کہا جانے لگا۔ (تاریخ بغداد ۳۴۷/۱۳ بحوالہ مکانۃ الامام ابی حنیفہ بین المحدثین ص ۳۹) مگر یہ قول محض قیاسی رائے ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ

یہ کنیت تفاولاً اختیار کی گئی ہے۔ جیسے عموماً ابوالمحاسن‘ ابوالحسنات‘ ابوالکلام وغیرہ کنیتیں رکھی جاتی ہیں۔تو حنیفہ حنیف کا مونث ہے۔حنیف دراصل اس شخص کو کہا جاتا ہے جو سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کا ہو کر رہے۔اسی وجہ سے غلط دین سے ہٹنے اور کٹ کر اسلام اختیار کرنے والے شخص کو حنیف کہا جاتا ہے۔ اسلام کو دین حنیف اور ملت حنیفہ کہتے ہیں۔حتیٰ کہ تخفف مسلمان ہو جانے کے مترادف ہونے لگا ہے‘ چونکہ امام اعظم ابوحنیفہ میں دین حنیف اور ملت حنیفہ کی خدمت کا جذبہ وشوق شروع ہی سے تھا اور اسی جذبہ وشوق کی بناء پر آپ نے تمام فنون کی تکمیل کے بعد فن کاری کے لئے علم الشرائع کو اپنایا جس کے ذریعے پورے دین کی خدمت ہو سکے جس سے مراد علم الفقہ ہے۔اس لئے آپ نے ان ہی لطیف احساسات کے اظہار کی خاطر بربنائے تفاؤل اپنی کنیت ابوحنیفہ تجویز فرمائی جو اصل میں ابوالملۃ الحنیفہ ہے۔ (امام اعظم اور علم حدیث ص ۸۱‘۸۲)

علامہ شبلی نعمانیؒ نے بھی لکھا ہے کہ امام کی کنیت جو نام سے زیادہ مشہور ہے حقیقی کنیت نہیں ہے۔امام کی کسی اولاد کا نام حنیفہ نہ تھا۔یہ کنیت وضعی معنی کے اعتبار سے ہے‘ یعنی ابو الملۃ الحنیفۃ‘ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خطاب کرکے فرمایا ہے (فاتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا) ترجمہ: سو ابراہیمؑ کے طریقہ کی پیروی کرو جو ایک خدا تعالیٰ کے ہو چکے تھے (سورہ آل عمران آیت ۹۵) امام ابوحنیفہ نے اس نسبت سے اپنی کنیت ابوحنیفہ اختیار کی۔(سیرت النعمان ص ۲۰) اور یہی رائے دل کو لگنے والی ہے۔ جہاں تک عقلمند لڑکی (’’شفق‘‘ ۹۱۔۱۹۹۰ ص ۶۸‘ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج مردان) تحریر انعام اللہ جان کے مضمون میں درج شدہ واقعہ کا تعلق ہے تو مستند کتب تاریخ اور معتبر ذرائع سے اس کا کوئی ذکر نہیں اور نہ اس کا کہیں تذکرہ ہے اس لئے امام اعظم ابوحنیفہ کے بارے میں اس قسم کے بے سروپا واقعات سے پرہیز کرنا چاہیے۔امام صاحب کی عظمت شان ثابت کرنے کے لئے مستند واقعات بکثرت موجود ہیں جن کو ذکر کیا جا سکتا ہے۔

هذا ما ظهر لي والله اعلم

مختار اللہ حقانی

خادم دارالافتاء وشعبہ تخصص فی الفقہ

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

خط کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

آپ اپنے مضامین بذریعہ ای میل اس ایڈریس پر بھی بھیج سکتے ہیں: editor_alhq@yahoo.com

مولانا عبدالرشید انصاری
مدیر ماہنامہ ''نور علی نور'' کراچی

روشن فکر عالم باعمل

مولانا اشرف علی قریشیؒ

کبھی ہوئی جو مرتب خلوص کی تاریخ — لکھیں گے صفحہ اول پر لوگ نام تیرا

حضرت مولانا اشرف علی قریشیؒ کہنے کے بعد ''تھانوی'' کہنے کو زبان بیتاب ہوجاتی ہے‘ یہ نام نامی اسم گرامی اس نادرہ روزگار ہستی کا ہے جنہیں دنیا حکیم الامت اور مجدد ملت کے خطابات اور القابات سے یاد کرتی ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ‘ کے ایک مسترشد حضرت سید حشمت علی المدنی فرماتے ہیں کہ پہلی مرتبہ جب میں تھانہ بھون کی خانقاہ میں پہنچا اور حضرت تھانوی قدس سرہ‘ کی اتباع سنت سے بھرپور اعمال کو دیکھا اور حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا تو میرے دل نے کہا کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے صحابہ ایسے ہی ہوں گے۔ دین توحید اور عشق مصطفیٰ کا رنگ آپ پر ایسا چڑھا کہ جو بھی صدقِ دل سے آپ کے پاس آتا آپ کا ہوجاتا۔ پشاور کے مولانا عبدالودود قریشیؒ بھی ان مسترشدین تھانہ بھون میں سے ہیں کہ جب انہوں نے حضرت حکیم الامت کے دست حق پرست میں بیعت کے لئے اپنا ہاتھ دیا تو انہی کے ہوگئے‘ انہیں مرشد حق سمجھا اور اپنی تمام محبتیں ان کے قدموں پر نچھاور کردیں۔ یقیناً یہ روحانی رشتہ اور قلبی جوڑ ہی تھا جس کی بدولت مولانا عبدالودود قریشیؒ نے اپنے منجھلے بیٹے کا نام اشرف علی رکھا۔ یہ بچہ جو مولانا عبدالودود قریشی کے ہاں 1953 میں پیدا ہوا۔ مولانا ریحان گل قریشی کے خانوادے کا یہ گل سرسید جوان ہوکر مولانا اشرف علی قریشی بن گیا۔ مولانا ریحان گل قریشی کے پوتے اور مولانا عبدالودود قریشی کے صاحبزادے سے میری پہلی ملاقات 1972ء میں بجوڑی گیٹ پشاور کے جامعہ اشرفیہ میں ہوئی تو وہ جوان رعنا تھے۔ اسم بامسمی خوش مزاج اور خوش خوراک اور خوش مزاج اور خوشگفتار مولانا اشرف علی قریشیؒ اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا یوسف قریشی کی موجودگی میں انتہائی مؤدب اور بہت ہی کم گفتگو کررہے تھے‘ ویسے ان کی یہ شان تادم واپسیں برقرار رہی کہ وہ سنتے زیادہ اور کم بولا کرتے تھے ہر معاملے میں پھانس اڑانا اور اپنی ٹانگ پھنسانا ان کی عادت نہیں تھی اور مومن کامل کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ لایعنی اور بے فائدہ باتوں سے دور رہتا ہے۔

مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ نے صوبہ سرحد میں وزارت اعلیٰ کا قلم دان سنبھالا تو صوبائی دارالحکومت میں جمعیت علماء اسلام نے اظہار مسرت کے لئے کل پاکستان علماء کانفرنس کا اہتمام کیا۔ جس میں جانشین شیخ التفسیر ولی ابن ولی حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کے نظم پر حضرت علامہ مولانا مجاہد الحسینی کی قیادت میں حافظ محمد صادق حال مقیم مدینہ منورہ اور راقم السطور نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر ہمارا قیام جامعہ اشرفیہ بجوڑی گیٹ پشاور میں رہا۔ اس تاریخی اجتماع میں

شرکت کے بدولت بزرگ اکابر علماء میں سے پہلی زیارت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ رئیس جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کی نصیب ہوئی۔ جبکہ نوجوان علماء میں پہلی ملاقات مولانا اشرف علی قریشیؒ سے ہوئی۔ بہت ہی مرنجاں مرنج ملنسار اور نہایت مؤدب و مخلص ہستی کے مالک تھے۔ یہ ان کا اخلاص ہی تو تھا کہ ہمارے لئے انہوں نے پشاور کے کسی خاص اوراوراپنے پسندیدہ ہوٹل کا انتخاب کیا کہ اس ہوٹل کی خاص ڈش چپلی کباب پورے شہر میں معروف تھی۔

مولانا اشرف علی قریشی 53ء میں تولد ہوئے اور انہوں نے 53 سال کے عمر میں وفات پائی۔ انکی عمر عزیز کی گاڑی کا پہیہ ۱۷/اکتوبر کو رمضان المبارک کی ۱۳/تاریخ کو موت کے ڈھیر پر چڑھ گیا اور وہ اس دنیائے فانی کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر چلے گئے۔ اتنی تھوڑی سی عمر میں انکے چلے جانا ان کے صاحبزادوں مولانا ارشد علی' حافظ اسد علی کیلئے ہی نہیں بلکہ ان سے محبت اور احترام کا تعلق رکھنے والے ہر فرد کیلئے بہت بڑا صدمہ ہے۔

مولانا مرحوم کا اسم گرامی اشرف علی تھا' حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ سے اس نام کی نسبت نے مولانا کی شخصیت پر بڑا رنگ جمایا کہ امت کی اصلاح اور فلاح اسلام کی امن آفریں آفاقی پیغام کی اشاعت اور علوم و تعلیمات' قرآن اور سنت کی تدریس' اور تبلیغ ان کا مزاج بن گیا۔ یہ اسی نسبت ہی کے کرشمہ آرائی تھی کہ انہوں نے اپنے قلم اور زبان کو دین حق کی ترویج و اشاعت کے لئے وقف کردیا۔ اور چند سالوں میں ۱۴/کتابیں ایسی لکھ دی اور شائع کردی جو چودھویں رات کی چاند کی طرح تصنیف اور تالیف کی آسمان پر نور بکھیرتی رہیں گی' ابلاغ اسلام کے لئے وہ کچھ اور بھی نہ کرتے تو انکی نوسو سے زائد صفحات پر مشتمل صاف ستھری تصنیف ''ارکان اسلام'' ہی کافی تھی عربی' اردو' فارسی اور پشتو پر انہیں عبور حاصل تھا اور چاروں زبانوں میں انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول کا پیغام مخلوقِ خدا تک پہنچایا۔ ''ماہنامہ اشرف وصدائے اسلام'' کے صفحات پر مولانا اشرف علی قریشی کا قلم قارئین کے ایمان میں گرمی پیدا کرتا رہا۔

مولانا اشرف علی قریشی مرحوم کی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے بہت قریبی عزیزداری تھی انہیں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق بانی جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کی دامادی کا شرف حاصل تھا' اس نسبت اور قلب وروح کے تعلق کی بدولت مولانا کی محبوبیت ان کے چاہنے والوں میں بڑھتی چلی گئی مگر الیکشنی سیاست سے ہمیشہ دور رہے۔ سماجی خدمات اور فکری کام کی بدولت ہر مکتبہ فکر اور شعبہ ہائے زندگی کے لوگوں کے دلوں کے قریب ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ علماء اور طلباء تجار وکلاء اور اربابِ صحافت اور اصحاب فکر و دانش اور محنت کش طبقوں میں وہ یکساں احترام اور محبت کی نگاہ سے دیکھے جاتے رہے۔۔۔۔۔۔لوگ کہتے ہیں مولانا اشرف علی قریشی جیسی فیض رساں اور ملک وملت کی خدمت گزار ہستی کو ابھی نہیں مرنا چاہیے تھا مگر زندگی اور موت کے خالق کی مرضی کے سامنے کسی کی نہیں چلتی۔ مولانا اشرف علی قریشی کے کرنے کے کام بہت باقی تھے کہ پیغام اجل آگیا اور وہ چلے گئے۔ خصوصاً جامعہ اشرفیہ بجوڑی گیٹ پشاور میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ طلبا کے لئے جدید عصری علوم دنیوی فنی تعلیم کمپیوٹر ایجوکیشن کا اہتمام کر کے انہوں نے ملک اور قوم کو ترقی و فلاح اور نجات کی راہ دکھائی اور اپنے روشن فکر ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے۔ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کی فرزندان گرامی کو ان کا چھوڑا ہوا کام آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب و روز

دارالعلوم حقانیہ کے نصف سنوی امتحانات: مورخہ ۱۷/اپریل بروز پیر کو دارالعلوم حقانیہ کے نصف سنوی (چارنیم ماہی) امتحانات شروع ہوئے اور جمعرات تک جاری رہے۔ طلباء کی کثرت تعداد کی وجہ سے امتحان کیلئے مین ہال مختص کردیئے گئے۔ نگران اساتذہ کی کمی کی وجہ سے دیگر مدارس کے اساتذہ کی خدمات بھی حاصل کی گئیں۔ اس کے بعد ۲۹/اپریل تک تعطیلات کا اعلان کرایا گیا۔ امتحانات اور تعطیلات کے بعد دروس اور اسباق زور وشور سے جاری ہیں

سعودی عرب، امارات اور لیبیا کا سفر: حضرت مہتمم صاحب مدظلہ ۳۱/مارچ کی رات سعودی عرب پہونچے اور یکم اپریل کو وحدت امت کانفرنس میں شرکت کی۔ یہ کانفرنس رابطہ عالم اسلامی کی دعوت پر مکہ مکرمہ کی پُرنور فضاؤں میں یکم سے چار اپریل تک منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں نہ صرف عالم اسلام بلکہ پوری دنیا سے سینکڑوں سرکردہ علماء مشائخ اور زعماء امت نے شرکت کی۔ مولانا سمیع الحق نے کانفرنس کے اہم شخصیات سے ملاقاتیں کیں۔ اور تمام مسائل پر تبادلہ خیال کا سلسلہ جاری رہا۔ مولانا سمیع الحق کانفرنس کے اختتام پر ۴/اپریل کی شام مدینہ منورہ گئے اور ۵/اپریل کی شام تک مسجد نبویؐ کے معطر منور ماحول سے مستفید ہوتے رہے۔ ۶/اپریل کو علی الصبح وطن پہونچے۔ دارالعلوم میں ایک دن قیام کے بعد ۷/اپریل کو دوبارہ لیبیا کے طویل سفر پر روانہ ہوئے۔ جہاں ۸ اور ۹/اپریل کو طرابلس میں جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیہ لیبیا کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں بھی دنیا بھر کے سرکردہ علماء اور سکالرز اور لیڈرز موجود تھے۔ ایڈیٹر ''الحق'' مولانا حافظ راشد الحق سمیع، اور راقم بھی مولانا مدظلہ کے ہمراہ سفر تھے۔ مولانا مدظلہ کی مصروفیات کی وجہ سے واپسی کا پروگرام ۱۰/اپریل کو طے تھا۔ مالی جانے کا پروگرام مصروفیات کے باعث مولانا مدظلہ نے ملتوی کیا اور واپسی پر تین دن عرب امارات میں قیام کرکے ۱۷/اپریل کو دارالعلوم واپس پہونچے۔ جبکہ کانفرنس کے دیگر تمام شرکاء بشمول مولانا راشد الحق سمیع کے لیبیا کی دعوت پر افریقہ کے دور دراز ملک مالی کے اہم تاریخی، علمی اور تمدنی شہر ٹمبکٹو چلے گئے۔ جہاں پر ایک اور عالمی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا۔ کانفرنس میں مختلف افریقی ممالک کے صدور اور لیبیا کے رہنما معمر کرنل قذافی نے خصوصی شرکت کی اور ناموس رسالتؐ کے موضوع پر اہم خطاب کیا اور عالمی استعمار کے ایجنڈے پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ جناب مدیر الحق صاحب ۲۰/اپریل کو وطن واپس تشریف لے آئے۔ آپ چند دن عرب امارات میں بھی رکے اور مختلف علماء و دانشوروں سے ملاقاتیں کیں۔

مولانا محمد امجد تھانویؒ کی تعزیت: مولانا مدظلہ نے لیبیا جاتے ہوئے کراچی میں کچھ دیر قیام کیا تاکہ حضرت مولانا اسعد تھانوی صدر جمعیت علماء اسلام سے ان کے بھائی مولانا محمد امجد تھانویؒ کی وفات پر پوری جماعت کی طرف سے تعزیت کرسکیں۔ مولانا مدظلہ کی آمد کے موقع پر جمعیت کے اکثر سرکردہ علماء و اکابر مولانا محمد امجد تھانوی مرحوم کے مکان پر جمع ہوئے اور تعزیتی اجتماع منعقد ہوا۔ رات کو مولانا مدظلہ کراچی سے طرابلس روانہ ہوئے جہاں ۱۸/اپریل

کی علی الصبح ائرپورٹ پر منتظمین کانفرنس نے ان کا استقبال کیا۔

شبلی اکیڈمی اور ندوۃ العلماء کے وفد کی آمد اور دارالعلوم کے بارے میں تاثرات: ندوۃ العلماء اور شبلی اکیڈمی سے وابستہ سرکردہ علماء کا ایک وفد دارالعلوم تشریف لایا۔ اس وفد میں حضرت مولانا محمود حسن حسنی ندوی، رکن خانوادۂ حضرت سید احمد شہید و حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی و نائب مدیر تعمیر حیات، ندوۃ العلماء لکھنو۔ مولانا محمد فیضان بلگرامی ندوی، کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی، ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔ مولانا زکریا اشرف، مدرس مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ، علوم آباد، شامل تھے۔ ان حضرات نے دارالعلوم میں مختصر قیام کیا اور دارالعلوم کے مختلف شعبے دیکھے۔ کیونکہ دارالعلوم حقانیہ اپنے تاریخی محل وقوع اور سیدین شہیدین سے قریبی نسبت کی وجہ سے ندوۃ العلماء، دارالعلوم حقانیہ اور تحریک بالاکوٹ ایک تکون بنی ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے حضرت مولانا علی میاں وقدس سرہ اور ندوۃ العلماء کے حضرات کو یہاں سے یک گونہ وارفتگی کا تعلق ہے۔ وفد نے اپنے درج ذیل تاثرات میں بھی اس کی نشاندہی کی ہے:

الحمدللہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسول اللہ، محمد بن عبداللہ الصادق الامین اما بعد! حضرت مفتی محمد سعید خان صاحب ٹریٹ مری کی معیت میں آج اکوڑہ خٹک حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، یہ وہ اکوڑہ ہے جسے امیر المومنین حضرت سید احمد الشہیدؒ سے اور ان کی جماعت مجاہدین سے خاص نسبت حاصل رہی ہے۔ اور ان کے رفقاء جہاد کی ایک تعداد اسی کے میدان میں شہادت سے سرفراز بھی ہوئی۔ اس جگہ ایک طرح کا جذباتی اور محبت وعقیدت کا تعلق رہا ہے۔ اسلامی نشاۃ ثانیہ کے لئے جو کوشش حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل شہید نے شروع کی تھی جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، اس کے لئے پہلا معرکہ اسی جگہ سر ہوا تھا۔ آج الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ سے یہ پیغام حق وصداقت اس کے فضلاء اور ذمہ داروں بالخصوص حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی سرکردگی میں دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہا ہے۔ اسی طرز پر ایک مثالی تربیتی دعوتی ادارہ یمن میں جامعۃ الایمان مشہور داعی اور مجاہد شیخ عبدالمجید زندانی نے قائم کیا ہے، ہم کو اس ادارے سے خصوصی تعلق اسکے بانی حضرت مولانا عبدالحق حقانی کی وجہ سے بھی رہا ہے کہ جس کا تعلق ہمارے شیخ ومرشد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی سے گہرا رہا ہے۔ اور اس کا مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا بھی حضرت مرحوم سے اور موجودہ ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی سے رہا ہے۔ اور راقم کا مولانا راشد الحق حقانی مدیر ''الحق'' سے قدیم تعلق ہے۔ ہمارے کرمفرما مولانا عرفان الحق نے جامعہ حقانیہ کا خصوصی توجہ سے تعارف کرایا۔ اور حضرت مولانا انوار الحق صاحب اور حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب وغیرھم سے نیاز حاصل ہوا اور بھی دیگر اساتذہ اور کارکنان سے ملاقات ہوئی، دروس کو دیکھا، طلباء سے بھی تعارف حاصل کیا۔ بڑی مسرت ہوئی، مگر افسوس ہے کہ یہ پروگرام تشنہ ہی رہا اسلئے کہ ایک پروگرام آگے درپیش تھا۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کے فیض کو خوب عام فرمائے اور ہم لوگوں کے یہاں آنے کو قبول فرمائے۔

ادارہ

افکار و تاثرات ____________ قارئین بنام مدیر

از حضرت مولانا عتیق الرحمان سنبھلی (لندن)

اپنے ممدوحین کے بارے میں اعتدال ملحوظ رہنا چاہیے

عزیز گرامی حافظ راشد الحق صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

دعا ہے آپ مع والدِ ماجد بخیر و عافیت ہوں۔ میرا اسلام کہیے۔ مارچ کا الحق ملا تو ایک مضمون نے اپنے ایک احساس و خیال کے اظہار کی تقریب مہیا کر دی۔ یاد نہیں کتنا عرصہ ہو گیا کہ اپنے حلقہ کی ایک کمزوری، جو خصوصیت سی بن گئی ہے، تقاضہ کرتی تھی کہ اس کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی جائے۔ مگر بعض باتیں بغیر اچھی تقریب کے کہنے کی نہیں ہوتیں۔ سو آج الحق میں اس کے لئے تقریب میسر آ گئی ہے پس کہہ دینا چاہئے، شاید کہ کام کی بات سمجھی جائے۔ مجھے کمزوری محسوس ہونے والی وہ بات یہ ہے اور میں اسے قابلِ اصلاح سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے اکابر اور ممدوحین پر لکھتے ہیں تو اس طرح لکھتے ہیں جیسے یہ سمجھتے ہوں کہ ہر پڑھنے والا اس شخصیت کے بارے میں ہمارے ہی ذہن کا ہوگا یا ہونا چاہئے۔ اس کے بارے میں ہر وہ بات جس سے اس کی بڑائی نکلتی ہو اس کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گی یا کرنا چاہئے۔ اس لئے ہم کسی مبالغہ میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے، ہر بات کی تحقیق بھی ضروری نہیں سمجھتے ''مریداں می پرانند'' قسم کی سنی سنائی باتیں دھڑلے سے نقل کر جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہمارے خیال کی دنیا تو ہو سکتی ہے واقعات کی دنیا اس سے بالکل مختلف ہے۔ ایک عالم ہے جو ہمارے اکابر اور ممدوحین کا نام بھی نہ جانتا ہو۔ اس میں کا کوئی پڑھا لکھا شخص اگر ہماری ان تحریروں کو پڑھے تو دو چار سطروں کے بعد دلچسپی کھو دے گا۔ چنانچہ ہماری کتابیں ہمارے حلقہ سے باہر نہیں پڑھی جاتیں اور ہمارے اکابر و ممدوحین کا حلقۂ تعارف وسیع نہیں ہوتا۔ حالانکہ ان کے وسیع تعارف میں انسانیت کا بھلا ہے۔ وہ لوگ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

میرا یہ کہنا کہ ہم سمجھتے ہیں ہمارے اکابر تو ساری دنیا کی جانی مانی شخصیتیں ہیں اور ہونی ہی چاہئیں اس کے ایک تجربہ کی مثال بھی سن لینی چاہئے۔ حضرت مدنی علیہ الرحمہ کا ۵۷ء میں وصال ہوا تھا۔ یہ کفش بردار بھی تعزیت کو دیوبند حاضر ہوا۔ یہ زمانہ تھا کہ عربی مدارس میں مصری مبعوثین عربی زبان کی تعلیم کے لئے آنا شروع ہو گئے

تھے۔ دیوبند میں استاذ عبدالمنعم النمر وغیرہ کا قیام تھا۔ انھوں نے مصر میں چھپوانے کے لئے حضرتؒ پر مضامین لکھے تھے، چاہا کہ ذرا پہلے اپنے طلبہ کو بھی سنائیں۔ ان کے طلبہ میں اپنے بعض دوست بھی شامل تھے ان کے ساتھ یہ خاکسار بھی اس مجلس میں پہنچا۔ استاذ نمر اپنا مضمون پڑھتے ہوئے ''شیخ الاسلام فی الہند'' کے الفاظ پر پہنچے تو میرے دوست فرید الوحیدی مرحوم، ماشاءاللہ بے دھڑک بہت تھے، بے تابانہ بول اُٹھے: ''شیخ الاسلام فی الہند، فقط''؟ اب نمر بیچارے سکتہ میں، کیسے کہیں کہ میں تو خود یہاں آنے سے پہلے حضرت سے واقف نہ تھا، اور کیسے کہیں کہ نہیں میاں میں 'غلطی' سے یہ لکھ گیا؟ اور ہمارے یہ دوست کوئی بسم اللہ کے گنبد والے لوگوں میں نہ تھے، ہر حلقہ میں اٹھنے بیٹھنے والے۔

بہر حال فرطِ عقیدت میں ہماری کیفیت یہ ہے۔ اسی کا ایک نمونہ مجھے تازہ الحق میں نظر پڑا۔ مضمون ہے ہمارے مرحوم مولانا سید اسعد میاں صاحبؒ پر۔ اس میں دوسرے صفحہ پر حضرت شیخ الہندؒ کا تذکرہ آیا ہے اور یہ حضرت کے فیض یافتگان کی فہرست میں امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد پر ختم ہوتا ہے۔ یوں تو ہمارے اکثر لوگ مولانا آزاد کو اپنے حلقۂ دیوبند ہی میں شمار کرلیا کرتے ہیں اگر چہ ہے یہ بھی بالکل بے حقیقت (ہمارے حلقہ کا صرف سیاسی تعلق ان سے تھا) مگر یہ تو غضب ہی ہے کہ مولانا آزاد کو حضرت شیخ الہند کے فیض یافتگان میں دکھایا جائے۔ حالانکہ ہمارے یہاں تو اس کے برعکس حضرت شیخ الہند کا یہ فقرہ الہلال کے تأثر سے مشہور ہے کہ اس نوجوان نے ہم لوگوں کو جگا دیا۔ اس کے علاوہ بھی کچھ چیزیں اور اس مضمون میں ایسی تھیں کہ مدیر سے حقِ ادارت کے استعمال کا تقاضہ کریں اور ایسے مضامین میں اکثر ہی ہوتی ہیں۔ مدیران کا فرض ہے کہ نئے لکھنے والوں کی ہمت افزائی ہی نہیں ان کی تربیت بھی کرتے جائیں۔ مختصر یہ ہے کہ عقیدت اور اظہارِ عقیدت کی افراط میں ہم اپنے اکابر وممدوحین کو صرف نقصان پہنچا رہے ہیں اگر چہ اپنے نزدیک ہم ان کا حق ادا کر رہے ہوں۔ شاید یہ بات پہلی دفعہ کہی گئی ہے۔ اجنبی لگ سکتی ہے، لیکن غور کریں تو مفید ہی نکلے گی۔

ہاں ایک اضافہ بھی میرے معلومات میں اس مضمون سے ہوا۔ یہ تو معلوم تھا کہ مولانا مرحوم کا ننھیال بچھراؤں تھا، اب مزید معلوم ہو کہ پیدائش بھی وہیں کی تھی۔ لیکن یہ بچھراؤں ضلع سہارنپور میں نہیں ہمارے ضلع مرادآباد میں ہے۔ اس کی تصحیح ہوجانی چاہئے۔

والسلام

خیر اندیش

عتیق الرحمان سنبھلی

مدیر کے قلم سے

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: نجم الفتاویٰ (جلد۳) مصنف: حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی مدظلہ

ضخامت: ۵۰۰ صفحات قیمت۔۲۵۰ روپے ناشر: شعبہ تصنیف وتالیف نجم المدارس کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان

بقیۃ السلف حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی مدظلہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام والمسلمین مولانا سید احمد حسین احمد مدنی قدس سرہ کے مایہ ناز تلمیذ ہیں۔عرصہ دراز سے مدرسہ عربیہ نجم المدارس کلاچی کا اہتمام ان کی زیر سرپرستی جاری ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم قرآنیہ کے ساتھ ساتھ علم فقہ اور تصوف میں کافی مہارت سے نوازا ہے۔اور وقتاً فوقتاً آپ کی وقیع تصانیف اشاعت پذیر ہوتی ہیں۔جن سے ایک دنیا مستفید ہو رہی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب نجم الفتاوی (ج ۳) میں صلوٰۃ' صوم' زکوٰۃ وعشر کتاب الصید والذبائح' کتاب الاضحیہ' کتاب الحظر والاباحۃ' کتاب الایمان والنذور' کتاب الحدود والتعزیرات' کتاب الجنایات' کتاب الجہاد' کتاب المزارعۃ' کتاب الربوا' کتاب الدعویٰ' کتاب القضاء' کتاب الکفالۃ' کتاب الغصب' کتاب اللقطۃ' کتاب الشرکۃ' کتاب الشفعہ' کتاب الوصایا' کتاب الولاء' کتاب الوکالۃ' کتاب الصلح' کتاب الوقف اور کتاب الھبہ کے متعلق فتاوی اور مسائل مذکور ہیں

حضرت مولانا بذات خود ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔لیکن یہ آپ کی کسر نفسی ہے کہ اس کے باوجود بھی آپ نے بعض جید علماء کرام سے اس پر نظر ثانی اور نظر ثالث کے لئے فرمایا۔اور انہوں نے انتہائی عرق ریزی سے اس پر تحقیقی کام کیا۔بہرحال جو کام ایک ادارہ کے کرنے کا تھا' وہ حضرت قاضی صاحب مدظلہ اور انکے لائق فرزندان گرامی حضرت مولانا قاضی عبدالحلیم صاحب مدظلہ' مولانا قاضی محمد نسیم صاحب اور انکے ساتھ ساتھ مولانا محمد زمان صاحب نے انتہائی احسن طریقے سے انجام دیا ہے۔اس سے پہلے نجم الفتاویٰ کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور علمی دنیا سے خراج پا چکی ہیں۔ہماری دعا ہے کہ حضرت قاضی صاحب مدظلہ کے علوم ومعارف کے یہ خزینے منصۂ شہود پر آتے رہیں۔

کتاب: الشرح الثمیری علی المختصر للقدوریؒ (۴جلد) مصنف: مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

ناشر: مکتبہ رحمانیہ غزنی سٹریٹ' اردو بازار لاہور عام قیمت: 650 روپے

امام ابوالحسن بن احمد البغدادی المعروف بالقدوریؒ کی کتاب مختصر القدوری فقہ حنفی کی ایک ہزار سال کے

قدیم عرصہ کا مستند متن ہے۔اس عرصہ سے لے کر آج تک یہ کتاب مدارس اور درسگاہوں میں درسا پڑھائی جاتی ہے ۔اس کتاب کو فقہ حنفی میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔یہ کتاب بارہ ہزار ضروری مسائل پر مشتمل ہے۔اور بیسیوں کتابوں سے اس کا انتخاب کیا گیا ہے' اس کتاب کی عظمت کو رب کریم نے اتنی بڑھادی ہے کہ اکابر علماء کرام زمانہ قدیم سے بوقت شدائد ومصائب اس کتاب کو تبرک کیلئے پڑھتے تھے' شیخ طالش کبریٰ زادہ لکھتے ہیں: ان ھذا المختصر تبرک بہ العلماء' حتی جربوا قرأتہ اوقات الشدائد وایام الطاعون ' علامہ بدرالدین عینیؒ اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ امام قدوریؒ جب اپنی مختصر کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو اس کو اپنے ساتھ سفر حج پر لے گئے ۔اور سینے سے لگا کر اس کے ساتھ طواف کیا جب طوائف سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ اگر مجھ سے اس میں کوئی بھول اور غلطی ہوئی ہو تو مجھے اس پر مطلع فرمائیں۔چنانچہ دعا کے بعد جب کتاب کو اول سے آخر تک دیکھا تو صرف پانچ یا چھ جگہ مضمون محو ہو چکے تھے' چونکہ یہ کتاب متن ہے اس لئے اس عہد قدیم سے اس کے شروح لکھتے چلے آرہے ہیں۔ارباب علم نے مختلف زبانوں میں اس کتاب کے مسائل کو واضح اور منقح کرنے کی کوشش کی ہے' اردو زبان میں بھی اس کتاب کے مختلف شروحات لکھے گئے ہیں مگر مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب مدظلہ (سابق استاذ الحدیث' جامعہ اسلامیہ مانچسٹر انگلینڈ) نے جس عمدہ اور محققانہ انداز میں اس کتاب کی شرح کی ہے اپنی مثال آپ ہے' یہ کتاب کئی خصوصیات کا متحمل ہے۔حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم نے:

(۱) ہر مسئلہ کو الگ الگ لکھ کر اس پر نمبر ڈال دیا ہے تاکہ مسئلہ سمجھنے اور نکالنے میں آسانی ہو۔(۲) ہر مسئلہ کی وجہ یعنی دلیل عقلی اور دلیل نقلی بھی پیش کردی ہے۔ (۳) ہر مسئلہ کے تحت احادیث کا ذخیرہ بھی پیش کیا ہے تاکہ ہر ہر مسئلہ کو احادیث سے نکالنے میں آسانی ہو۔ (۴) کون سا مسئلہ کس اصول پر فٹ ہوتا ہے وہ اصول بیان کردیا ہے۔(۵) لغت کے تحت مشکل الفاظ کی تحقیق پیش کردی ہے۔(۶) فائدہ کے تحت ائمہ کرام کا اختلاف مختصر انداز میں پیش کیا ہے۔(۷) تشریح کے تحت پیچیدہ مسئلہ کو سہل انداز میں پیش کیا ہے۔(۸) زبان سلیس اور آسان استعمال کی ہے۔ (۹) دلیل اور اصول وغیرہ ہدایہ اور صحاح ستہ جیسی اہم کتابوں سے لئے ہیں۔(۱۰) وراثت کے مسئلہ کو کیلکولیٹر کی مدد سے نئے انداز میں سیٹ کیا ہے جس سے پورا مناسخہ دومنٹ میں حل ہو جاتا ہے۔

اس لئے یہ کتاب ہر کتب خانہ کی زینت ہے' اور ہر عام وخاص کے لئے فائدہ مند ہے' مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور نے علماء اور طلباء پر احسان کرتے ہوئے اس کتاب کو پاکستان میں عمدہ کاغذ اور بہترین جلد اور طباعت سے آراستہ کیا' اللہ تعالیٰ مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب مدظلہ کی اس سعی جمیل کو قبول فرما کر دارین میں خیر وبرکت کا ذریعہ بنائیں اور ارباب مکتبہ رحمانیہ لاہور کو اس طرح کی مزید دینی ومذہبی خدمات کو توفیق عطا فرمائیں۔

دور حاضر کی تمام اردو تفاسیر سے بے نیاز اور گزشتہ پچاس سالہ تفسیری خلا کو پُر کرنے والی

تفسیر روح القرآن

مقدمہ، سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی تفسیر پر مشتمل جلد اول ان شاء اللہ ربیع الاول 1427ھ اپریل 2006ء

جامعہ بنوریہ عالمیہ میں منعقدہ سالانہ عالمی محفل حسن قرأۃ کے موقع پر منظر عام پر آ رہی ہے۔

خصوصیات

- زبان نہایت سادہ
- مشکل الفاظ ثقیل جملوں سے اجتناب
- مثبت انداز (تمام مکتبۂ فکر کے عوام کیلئے قابل قبول)
- قرآن مجید کے متن کا سلیس ترجمہ
- مشکل الفاظ اور معانی
- عدیم الفرصت عوام کیلئے مفہوم آیات جس میں قرآن مجید کی روح برقرار رکھنے کی سعی
- دینی معلومات بڑھانے کا ذوق رکھنے والوں کے عوامی اذہان کو سامنے رکھتے ہوئے مفید معلوماتی تشریحات
- آیات سے متعلقہ فقہی مسائل
- معترضین کے سوالات کے شک وشبہ سے پاک، غیر مبہم، مثبت انداز میں جوابات
- شان نزول، فضائل اور بھی بہت کچھ ....

ناشر
شعبۂ تصنیف وتالیف

Address: Jamia Binoria (International) S.I.T.E. Karachi جامعہ بنوریہ (العالمیہ) سائٹ ایریا کراچی پاکستان
Ph: 2560300-400 Web Page: http://www binoria.ong E-MIIL: naeem@ Paknet3.ptc.pk

رُوح افزا
مشروبِ مشرق
جب چھوٹی چھوٹی باتیں کردیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ ایسے میں روح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس
پیو ٹھنڈا ٹھنڈا
بولو میٹھا میٹھا!
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
ہمدرد
ISO 9001:2000 SGS
ہمدرد لیبارٹیریز (وقف) پاکستان
ISO 9001: 2000 CERTIFIED
WWW.hamdard.com.pk

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱۔	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ	۵۳۶
۲۔	دعوات حق ۔(مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰۔	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۴۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲۔	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	–
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاوی حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب	۴۵۰
۱۸۔	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱۔	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	مطبوعہ
۲۲۔	انوار حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ۔ ⚪جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک